لامع الانوار

مع

عمدة العناقيد من حدائق بعض الاسانيد

مؤلفہ

جناب مولانا محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی عظیم آبادی

باعانت

جناب منشی محمد احسن صاحب برادر معظم حضرت مؤلف

باہتمام

جناب مولوی محمد عبد القادر صاحب مالک مطبع احسن المطابع

مطبع احسن المطابع واقع پٹنہ طبع شد

قیمت

اشتہار کتب مؤلف

آثار السنن۔ حدیث شریف کی نہایت مفید کتاب۔ حصہ اول قیمت عہ

اوشحۃ الجید۔ ائمہ اربعہ کی تقلید کا بیان امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی محققانہ سوانح عمری۔ قیمت ۵/

حبل المتین۔ آمین بالاخفاء کے ثبوت مین لاجواب رسالہ جسکے مخالفین بھی مداح ہین قیمت ۰۶/

جلاء العینین۔ بحث رفع یدین مین نہایت محققانہ اور پر زور رسالہ۔ قیمت ۰۴/

رد السکین۔ حبل المتین کی تائید مع چند رسائل۔ قیمت ۰۲/

مجلے۔ جلاء العینین کی تائید مع چند رسائل قیمت ۰۲/

جامع الآثار۔ رسالہ جمعہ قیمت ۰۱/

مقالہ کاملہ حضرت مولانا فضل رحمن گنج مرادآبادی قدس سرہ کی ملفوظات کی تائید قیمت ۰۴/

مثنوی سوز و گداز یعنی حسن اور شام سندر کا نہایت سچا واقعہ مع نغمہ راز وغیرہ قیمت ۰۶/

ایضاح۔ رسالہ اصلاح کی شرح جس مین شاعری کے متعلق جابجا جدید و مفید باتین درج ہین اسکے ساتھ اصلاح اور ازاحۃ الاغلاط یہ دونون نایاب رسالے بھی بعد نظر ثانی چھپے ہین۔ قیمت ۰۶/

سرمۂ تحقیق۔ یہ رسالہ ازاحۃ الاغلاط کی تائید مین ہے۔ قیمت ۰۲/

یادگار وطن۔ علمی مباحث کا گنجینہ محقق بنانے والا تذکرہ۔ قیمت ۰۸/

اطلاع۔ رسالہ جامع الآثار کے صفحہ ۳ سطر ۱۸ مین "روایت" کے عوض "روایت معتبرہ" اور صفحہ ۱۱ سطر ۶ مین "اسکے علاوہ" کے عوض "اسکے علاوہ موافق مذہب بعض فقہا صحیح ہے" یہ الفاظ کاتب کے سہو سے چھوٹ گئے ہین ۱۲۔

المشتہر

ابوالخیر محمد ظہیر احسن شوق۔ نیموی۔

حال المقامی شہر پٹنہ۔ شاہ کی املی

بحمد و منة تشریف الآثار فی مصر جامع

الحمد لله و المنة که کتاب مستطاب فروغ بخش بلاد و امصار موید رسالہ جامع الآثار موسوم

لامع الانوار

لدفع الظلمات التی

فی المذہب المختار

تالیف منیف علامہ زمن محدث کامل الفن جناب مولانا محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی عظیم آبادی

در احسن المطابع واقع پٹنہ طبع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الملک القدوس العزیز العلام الذی شرف یوم الجمعۃ علی سائر الایام و زین الامصار بصلاتہا التی ھی من شعائر الاسلام والصلوۃ والسلام علی من عرضت علیہ کالمرأۃ البیضاء فاقامھا بالمدینۃ تجمیعاً لعبادہ من الخواص والعوام واوجبھا علی من کان حریا بان توجب علیہ تطھیراً لہ من الاثام وعلی الہ واصحابہ الذین صعدوا علی منابر الفضل والانعام بتصدر الاقتصار وحسن النظام وکثرۃ القیام وثبات الاقدام **امابعد**

واضح ہو کہ ہمارے قدیم مخاطب پرانے معترض جناب مولوی **محمد علی** صاحب ساکن قصبہ مو ضلع اعظمگڈھ نے ہمارے رسالہ **جامع الآثار فی اختصاص الجمعۃ بالامصار** کا جواب لکھا ہے جسکا نام **المذہب المختار فی الرد علی جامع الآثار** رکھا ہے ہرچند ہمارے حضرت معترض ارشدہ اللہ تعالی نے لوگون کے کہنے سننے سے جواب لکھنے کو لکھا ہے

اور اپنے مذہب کے دامن اجتہاد سے داغ مٹانا چاہا ہی مگر سچ پوچھئے تو اُن کا رسالہ چونکہ باعث تفریق جماعات جمعہ وعیدین ہی جو شعائر اسلام کے بالکل خلاف ہی اس وجہ سے اُن کی تقریرین بھی نہایت پریشان واقع ہوئی ہین۔ اور چند واقعات کے متعلق نہایت سخت غلطیاں سرزد ہوئی ہین ہین جواب لکھنے سے اور بھی قلعی کھل گئی اور علم و استعداد کا اندازہ معلوم ہو گیا۔ حضرت معترض نے اپنی تمام باتون کا جواب طلب کیا ہی۔ ہم اس وقت جواب الجواب لکھنے کو نہ بیٹھے ہین۔ ہر چند قلیل الفرصۃ ہونے کے علاوہ عامیانہ باتون کا جواب لکھنا خلاف شان اہل علم ہی مگر ہم مجبوراً اُن کی درخواست پوری کر دینے کو طیار ہین پہلے ایک مفید عام **مقدمہ** لکھکر شروع دیباجہ سے ہم اُن کے رسالہ پر اپنا قلم جولان کرتے ہین اور آخر رسالہ تک اُن کی تمام باتون کا جواب باصواب لکھکر احقاق حق و ابطال باطل کر دیتے ہین۔ وما توفیقی الا باللہ۔

مقدمہ

چونکہ جماعت مین شوکت اسلامی کے علاوہ ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہی کہ بوجہ ملاقات وسلام وکلام آپس مین سلسلہ اتحاد واتفاق بڑھنے کے لئے اور منازعت ومنافرت دور ہو جانے کے واسطے بہت بڑا وسیلہ ہی اور تذکیر للناس کا بہت اچھا موقع ملتا ہی اس لئے شارع نے اسکے قائم رکھنے مین اور بڑھانے مین اہتمام بلیغ فرمائی ہی پہلے اس امر کی تاکید فرمائی کہ نماز پنجگانہ جماعت کے ساتھ ادا کیجائے جس سے غرض اصلی یہی ہی کہ شب و روز مین چند بار مختلف بیوت کے مسلمان اپنے اپنے ٹولے محلے کی مسجدون مین مجتمع ہو کر خدا کی عبادت کرین کہ شوکت اسلامی کے علاوہ بوجہ ملاقات وتحیات ومکالمات سلسلہ اتفاق قائم رہے۔ پھر یہ مقصود ہوا کہ جماعت

پنجگانہ سے بھی زیادہ کثرت اہل اسلام کا جلوہ نمایان ہو۔ اور یہ امر مختلف محلات و مقامات کے مسلمانو
کے اجتماع بغیر ممکن نہ تھا اسلیئے ہفتہ مین ایک دن جمعہ کا مقرر کیا گیا کہ اُس روز قریب و دُور کے لوگ
ظہر کے بدلے فریضۂ دوگانہ ادا کرین۔ پس محل ادائے جمعہ کے لئے کسی ممتاز مقام کا ہونا بہت ضروری
تھا کیونکہ اگر نماز پنجگانہ کی طرح نماز جمعہ بھی ہر جگہ درست ہو جاتی تو شارع کا وہ مقصود جس کو مین نے
ابھی بیان کیا یعنی جماعت پنجگانہ سے زیادہ جماعتین ہونا وہ بالکل فوت ہو جاتا۔ اسلیئے ایسے
ممتاز مقام کو اس کا محل ادا ٹھہرایا جس پر مصر جامع کا اطلاق ہو سکتا ہو۔ پھر یہ مقصود ہوا کہ جمعہ سے
بھی کچھ زیادہ جماعت ہو اور شوکت اسلام مین کچھ اور ترقی ہو تو سال بھر مین جو دو مشہور تہوار
عید الفطر و عید الاضحیٰ ہین اُن مین بھی دوگانہ شروع کیا گیا۔ اور اسکے لئے بھی ویسے ہی ممتاز مقام
کی ضرورت ہوی پھر یہ مقصود ہوا کہ جمعہ و عیدین سے بھی کہین زیادہ جماعت حاصل ہو تو حج فرض ہوا
کہ مختلف ممالک کے اہل اسلام ایک جگہ مجتمع ہون اور اسکے لئے مکہ معظمہ مخصوص ہوا۔ غرضکہ
چار طرح کی جماعتین ہوئین۔ جماعت پنجگانہ و جمعہ و عیدین و حج۔ بیوت مین مساجد ممتاز ہین۔
اور قریون مین شہر اور شہرون مین مکہ معظمہ۔ جماعت پنجگانہ کے لئے مسجدین موضوع ہوئین
اور جمعہ و عیدین کے لئے شہر اور حج کے لئے مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً۔ پس ہماری اس تقریر سے
کماحقہ ثابت ہو گیا کہ اگر جمعہ ہر قریہ مین مثل نماز پنجگانہ جائز ہوتا تو شارع کا یہ مقصود کہ جمعہ جامع الجماعات
ہو اور جماعت پنجگانہ سے اسکی جماعت کہین زیادہ ہو یقیناً فوت ہو جاتا۔ مثلاً اگر کسی گاؤن مین
پچاس مسلمان مکلفین رہتے ہون تو اُن سب کو لازم ہو کہ نماز پنجگانہ مسجد مین اگر جماعت کے ساتھ
ادا کیا کرین۔ پھر اگر جمعہ بھی وہان جائز ہو جاتا تو جماعت بڑھنے کی کوئی صورت نہین۔ اگر سب لوگ
امر الٰہی بجا لائین تو ہر قریہ مین نماز پنجگانہ مین اُسی قدر جماعت ہو سکتی ہو جتنی وہان جماعت جمعہ
ہو سکتی ہو اور فی زماننا جو ہم مسلمانون کی یہ حالت ہو کہ حضور جماعت پنجگانہ مین بلا عذر شرعی اہل قریہ

کرتے ہیں اور جمعہ میں کچھ بڑھ جاتے ہیں تو یہ اپنا فعل ہے۔ شارع کا جو حکم ہے اُسکے رو سے تو قری میں نماز
پنجگانہ اور جمعہ کی جماعت میں کچھ کمی و بیشی کا فرق نہیں نکلتا۔ پس جمعہ و عیدین کو قری میں قائم
کرنا عبث بلکہ باعث تفریق و تقلیل جماعت جمعہ ٹھہرتا ہے۔ لہذا اسکے لئے مصر کا ہونا ضرور ہوا
اور چونکہ اہل قری کو مصر میں اگر نماز جمعہ و عیدین پڑھنا وقت سے خالی نہیں لہذا بلا حکم وجوب اُن کو
مصر میں اگر پڑھنے کی ہدایت کی گئی کہ اُن پر جبر نہو اور اگر مصر میں اگر ادا کریں تو جماعت کی بھی
زیادتی ہو اور اُن کو ثواب بھی حاصل ہو۔ **مدینہ طیبہ** جو پہلا دار الاسلام ہے اور چھوٹا سا شہر تھا
اسکی یہی حالت تھی کہ وہاں کے ہر ٹولے محلے کے لوگ اپنی اپنی مسجدوں میں پنجگانہ ادا کر لیا کرتے
تھے اور جمعہ میں وہاں کی کل مسجدیں معطل کر دیجاتی تھیں اور سب لوگ مسجد نبوی میں اگر جمعہ
پڑھتے تھے جو مواضعات کہ مدینہ طیبہ کے اطراف میں تھے وہاں کے مسلمان کچھ شریک ہوتے
اور کچھ اپنی ہی بستیوں میں ظہر پڑھ لیا کرتے تھے یہ امر کہ عوالی و قرای مدینہ کے سب مسلمان جمعہ کے
روز مسجد نبوی میں نہیں آتے تھے اسکا ثبوت حضرت عائشہؓ کی فینتابون والی حدیث سے بھی ہوتا ہے اور اس سے بھی
ثابت ہے کہ اگر سب کے سب آتے تو ہزاروں آدمیوں کا مجمع ہو جاتا اور مسجد نبوی میں اُن کی
گنجایش محال ہو جاتی غرضکہ سب کے سب ہرگز نہیں آتے تھے مگر کبھی یہ حکم نبوی نہیں ہوا کہ
باہر کے جو لوگ جمعہ کے روز مدینہ نہیں آتے وہ اپنی اپنی بستیوں میں جمعہ پڑھ لیا کریں۔ دوسرے
بستیوں کو جانے دیجئے موضع **قُبا** جو مدینہ طیبہ سے دو تین کوس کے فاصلے پر ہے اور جہان کی
مسجد نہایت متبرک و مقدس ہے جسکی شان میں خدائے پاک نے قرآن مجید و فرقان حمید
میں اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی فرمایا ہے وہاں بھی کبھی نماز جمعہ نہیں ہوئی۔ جسکا خاص سبب
یہی تھا کہ اگر اہل قری کو اپنی اپنی بستیوں میں جمعہ پڑھ لینے کی اجازت دے دیجاتی تو
وہان کی جماعتِ پنجگانہ سے جماعتِ جمعہ نہیں بڑھ سکتی اور مدینہ کی جماعتِ جمعہ جو اہل قری کے

آجانے سے کچھ بڑھ جاتی ہو اُس مین ضرور کمی ہوجائیگی۔ غرضکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی شخص کو قریہ مین نماز جمعہ پڑھنے کی اجازت نہین دی اور خود آپ کو جو بعض اوقات قبا اور عرفہ ایسے مقامات غیر مصر مین جمعہ پڑا تو آپ نے وہان ظہر ہی پڑھا نہ جمعہ۔

ہماری ان تمام تقریرون سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ شہرونین بھی ہر مسجد پنجگانہ مین نماز جمعہ قائم کرنا درست نہین کیونکہ نماز پنجگانہ کی طرح اگر ہر مسجد مین جمعہ بھی ہوگا تو مشروعیت جمعہ کی علت غائی جو یہ ہو کہ پنجگانہ سے زیادہ جماعت ہو مفقود ہوجائیگی۔ ہان اگر شہر کی اکثر مسجدین معطل کردیجائین اور بعض بعض مساجد شہر مین جمعہ ہو تو درست ہوگا کیونکہ مختلف محلّون کی وجہ سے نماز پنجگانہ سے جمعہ کی جماعت ضرور زیادہ ہوگی اور جمعہ کی علت غائی مفقود نہوگی مگر پھر بھی اگر چھوٹا شہر ہو اور ایک ہی مسجد مین تمام نمازیون کی گنجایش ہوجاتی ہو تو ایسی حالت مین بخیال شوکت اسلامی کل مسجدون کو معطل کرکے ایک ہی مسجد مین سب لوگونکا جمعہ پڑھنا اولیٰ ہوگا

المختصر مشروعیت نماز جمعہ کی جو علّت غائی ہو اُس سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی کارروایون سے صاف ثابت ہو کہ ہر مقام اقامت جمعہ کا ہرگز محل نہین ہو۔ پھر اس امر کو آپکے خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہ نے صاف طور پر بیان فرمادیا۔ لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيقَ إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ۔ یعنی جمعہ و عیدین نہین ہین مگر مصر جامع مین۔ افسوس ہو کہ ہرچند حضرات غیر مقلدین اتباع سنت کا بہت بڑا دعویٰ رکھتے ہین اور حکم بدعت لگانے مین اسقدر غلو کرتے ہین کہ بیس رکعات تراویح کو بدعت عمری اور اذان اول جمعہ کو بدعت عثمانی کہنے مین کچھ باک نہین کرتے مگر پھر بھی جمعہ کے باب مین اپنے کل اصول کو بالائے طاق رکھکر خلاف جمہور اہل اسلام یہ فتویٰ دے بیٹھے کہ جمعہ ہر جگہ جائز ہو اگر کسی جنگل یا کوردہ مین صرف دو ہی مسلمان ہون تو اُن پر اقامت جمعہ واجب ہو۔ اور نماز عیدین بھی ہر جگہ جائز ہو جسکی وجہ سے رفتہ رفتہ ایسی تفریق جماعت

ہوگئی کہ بیان سے باہر ہے۔ دور کیون جایئے ہمارے قرب وجوار مین موضع نگرنہسہ جو
اہل اسلام واہل علم کی ایک ممتاز ومشہور بستی ہے جسپر کوچہ وبازار ہونے سے مصریت صادق ہے
تیس چالیس برس ادھر وہان کی یہ حالت تھی کہ عیدین مین اطراف وجوانب کے مسلمان
وہان جاکر دوگانہ ادا کرتے تھے اور خاصہ مجمع ہوتا تھا۔ مگر ان حضرات مجوزین کی بدولت
یہ نتیجہ ہوا کہ محض کوردہ کے مسلمان بھی چند لوگ ملکر اپنی ہی بستیون مین نماز عیدین پڑھ لیا
کرتے ہین تعجب ہے کہ جمعہ وعیدین کو شعائر اسلام سے بھی کہتے ہین پھر بھی ایسا فتوی دیتے
ہین کہ جس سے تقلیل جماعت ہوتی چلی جاتی ہے۔ اتباع سنت نبوی تو جب تھا کہ نماز پنجگانہ
مین حضور جماعت کی تاکید کرتے اور نماز جمعہ وعیدین کے فضائل بیان کرکے لوگون کو
شرکت کی ترغیب دیتے اور جمعہ وعیدین کے روز قری کے کل مساجد کو معطل کرکے سب ملکر
ایسے مقام مین پڑھتے جہان کوچہ وبازار بھی ہین اور مسلمانون کی جماعت کثیرہ پائی جاتی ہے
پھر اسوقت دیکھتے کہ کیسا خاصہ مجمع ہوتا اور کیسا پورا پورا اتباع سنت ہوتا۔ ہان اگر
اپنی مسجدون کو چھوڑ کر دوسرے مقام مین جاکر نماز جمعہ عیدین پڑھنے کو دنیاوی عار سمجھتے ہون تو اور بات ہے
بعض حضرات صلوٰۃ الجمعہ فی القریٰ کی نسبت بعض مصالح بیان کرتے ہین اور اتنا نہین
خیال کرتے کہ کون سی بدعت ہے جسمین بعض منافع دینی بھی نہین۔ دیکھو تعزیہ داری کی وجہ سے
محرم مین کیسا مجمع ہوتا ہے اور اسکے طفیل مین صدقات وخیرات کے باب کیسے مفتوح ہوجاتے
ہین۔ اگر تعزیہ داری موقوف ہوجائے تو شہیدان کربلا رضوان اللہ علیہم کے نام ہرگز بقدر
درود وفاتحہ وصدقات کی نوبت نہ آئے اور محتاجین ومساکین کو اسقدر صدقات ہرگز
نہ ملین تو کیا اس سے تعزیہ داری درست ہوسکتی ہے۔ ہرگز نہین۔

الحاصل ہر جگہ اقامت جمعہ ہرگز جائز نہین۔ اس بارے مین حضرات غیر مقلدین کا

جو قول ہو وہ ایسا غلط ہو کہ اس سے بڑھکر شاید ہی کوئی دوسرا قول غلط ہو - اب ہم یہ پرزور تقریر
جسکے بعض جدت آمیز مضامین اثبات کلمۃ الحق کو کافی ہین - اور انشاء اللہ تعالی بہتیرے
انصاف پسند مجوزین کے خیالات کی اصلاح کرنے والے ہین ختم کر کے اپنے مخاطب
معترض کے رسالہ کی طرف متوجہ ہوتے ہین - حضرات ناظرین انصافانہ ملاحظہ فرمائین والسلام

مباحث متعلقہ دیباچہ

قولہ الحمد للہ الذی قال فی کتابہ یا ایھا الذین آمنوا اذا نودی
للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ -

اقول ہمارے مخاطب نے یہ آیہ کریمہ تعریفاً لکھی ہے اکثر حضرات غیر مقلدین یہی آیت پیش کر کے
کہتے ہین کہ فاسعوا کا حکم عام ہے - عموم قرآن کی تخصیص عند الحنفیہ خبر احاد سے جائز نہین
اُن کی یہ تقریر محض ناواقفی اصول پر مبنی ہے - باتفاق امت محمدیہ کچھ لوگ جیسے عبد مملوک
ونساء ومریض وغیرہم اس حکم سے مستثنی ہین - پس یہ عام مخصوص منہ البعض ہو گیا اور جس عام
کی تخصیص ہو چکی ہو تو عند الحنفیہ پھر اسکی تخصیص خبر احاد سے جائز ہے - اب **ہم کہتے ہین** کہ
قطع نظر اس تقریر کے فاسعوا کا حکم اہل قری کو سرے سے شامل ہی نہین - کیونکہ سعی
الی ذکر اللہ یعنی حضور صلوٰۃ الجمعہ کا حکم اس امر پر مشروط ہے کہ جب اذان جمعہ دیجائے اور
باتفاق جمہور محدثین وغیر مقلدین ندا سے ندائے ثانیہ مراد ہے جو عند الخطیب دیجاتی ہے پس حضور
صلوٰۃ الجمعہ اُسی جگہ فرض ہوگا جہان اذان جمعہ عند الخطیب مشروع ہے - یعنی امصار - اور جہان
مشروع نہین جیسے قری وصحاری وہان ہرگز فرض نہوگا **قولہ** والصلوٰۃ والسلام
علی من اوجب الجمعۃ علی کل مسلم فی جماعۃ الا من استثناہ

اقول ہمارے مخاطب صاحب نے اس عبارت مین اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے
الجمعۃ حق واجب علی کل مسلم فی جماعۃ الا اربعۃ عبد مملوک او امرأۃ
او صبی او مریض اب ہم کہتے ہین کہ اولاً حضرات غیر مقلدین کا جو یہ مذہب ہے
کہ جہان کہین دو ہی مسلمان ہون تو ان پر نماز جمعہ واجب ہے ایک مقتدی ہو اور دوسرا امام
خدا نے خود معترض کی زبان سے دیباچہ مین اس غلط مسئلہ کا ابطال کرا دیا کیونکہ معترض
کی عبارت اور حدیث شریف دونون کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ واجب ہے کل مسلم پر جو جماعت
مین ہو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب دو ہی مسلم ہون گے تو اُن مین سے کسی پر یہ صادق نہین آتا
ھذا مسلم فی جماعۃ۔ کیونکہ جماعت کے لئے کم سے کم دو تین شخص ہونا چاہئے۔ پس
اُس شخص کے علاوہ جسپر وجوب کا حکم دیا جائیگا ایک جماعت ہونا چاہئے۔ پس کم سے کم
تین چار مسلمانون کی جماعت ضرور ہے نہ کہ دو مسلمانون کی جماعت کافی ہے ثانیاً من
استثناء سے ہمارے مخاطب صاحب نے عبد مملوک اور عورت اور صبی اور مریض
کی طرف اشارہ کیا ہے جس سے اولاً امام بخاری پر چوٹ آتی ہے کہ وہ بحالت مطر رخصت کے قائل
ہین ثانیاً اِن کے پیشوایان مذہب علامہ ابن قیم وغیرہ پر اعتراض لازم آتا ہے کہ یہ حضرات
بھی مسافر پر وجوب جمعہ کے قائل نہین ثالثاً ان کے آقاے نامدار نواب بھوپال ہے کہ اجتماع
عیدین کی حالت مین وہ اداے صلوٰۃ العید کو مسقط جمعہ ٹھہراتے ہین کما سیجئ رابعاً
خود ہمارے مخاطب پر یہ الزام لازم آتا ہے کہ اِن کے نزدیک اہل عرفہ پر بوجہ نسک جمعہ
واجب نہین۔ پس یہ کل مستثنے ایسے ہین جنکا اس حدیث مین استثنا نہین ہے قولہ
وعلی الہ وصحبہ الذین فاقوا برویتہ وصحبتہ علی من سواہ اقول یہ کلمہ
کفر و الحاد ہے کیونکہ اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا آپ کے

آل و اصحاب پر افضل ہین۔ جب انبیا مین سے صرف ایک نبی کو مستثنےٰ کر کے باقی لوگون پر آل وصحابہ کو فوقیت دی تو اس سے باستثنائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باقی سب انبیا پر بھی فضیلت دیگئی اور یہ عین کلمہ کفر و الحاد ہی۔ اور اگر ہمارے مخاطب صاحب ہداہ اللہ تعالیٰ یہ تاویل کرین کہ مَن سے امت محمدیہ مراد ہی تو اُن پر یہ الزام لازم آتا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا استثنا کرنا کیسا اور اگر یون تاویل کرین کہ سواہ سے مراد وہ لوگ ہین جو عہد نبوی مین تھے تو اس تقدیر پر صحابہ کی فضیلت اُن اہل دین پر ثابت نہین ہوتی جو عہد نبوی کے بعد ہوئے ہین جنمین ہزارون اولیاء اللہ شامل ہین حالانکہ مقام مدح اسکو مقتضی ہے کہ صحابہ کو جمیع امت محمدیہ پر یا انبیا کے سوا جمیع امم پر فضیلت دیجاے خلاصہ یہ کہ بظاہر یہ کلمہ کفر و الحاد ضرور ہی اور بحالت تاویل عبارت یقیناً محض لچر ہی۔ البتہ اگر سواہ کے عوض سواھم کہا جاے اور آل وصحابہ کی طرف ضمیر راجع کیجاے اور باعتبار امت محمدیہ تفضیل قرار دیجاے تو وہ خرابیان لازم نہین آتین مگر ایسی حالت مین ذکر اللہ کا سجع باقی نہین رہتا۔

مباحث متعلقہ دلیل اول

قولہ اسواسطے کہ سورہ جمعہ مدنی ہی **اقول** سورہ جمعہ کے مدنی ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ جمعہ مدینہ مین فرض ہوا ہو کیونکہ بہت سی آیتین مدنی ہین اور حکم مکہ ہی مین مشروع ہو چکا تھا چنانچہ آیہ وضو بالاتفاق مدنی ہی حالانکہ وضو مکہ ہی مین فرض ہو چکا تھا علامہ سیوطی نے تفسیر اتقان مین لکھا ہی فآلایۃ مدنیۃ اجماعا وفرض الوضوء کان بمکۃ مع فرض الصلاۃ اور بحر العلوم نے شرح مسلم الثبوت مین لکھا ہی فاعلم ان الوضوء قد فرض

قبل نزول هذه الآية فان سورة المائدة متأخرة نزولا عن كثير من القرآن
والوضوء كان في اول الاسلام اور علامه شامی نے رد المحتار صفحہ ۹۳ مین لکھا ہو قولہ
وهي مدنية لا شتها من المائدة وهي من القرآن نزولا۔ پس معترض
صاحب نے جو یہ دلیل پیش کی ہو محض ناقص ہو۔ ہان یہ دلیل جب تام ہو سکتی ہو کہ بعد
نزول سورہ جمعہ آیت جمعہ سے نماز جمعہ فرض ہوئی ہو حالانکہ خود سورہ جمعہ سے ثابت ہی
کہ اس سورہ متبرکہ کے نزول کے قبل ہی نماز جمعہ مشروع ہو چکی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم خطبہ[۵] پڑھ رہے تھے کہ مدینہ مین شام سے قافلہ آنے کی خبر پہونچی۔ اکثر لوگ آپکے
منبر پر چھوڑ کر اہل قافلہ سے خرید و فروخت کرنے کو چلے گئے۔ اسی بارہ مین یہ سورہ نازل
ہوا۔ اور بیع و شراء وغیرہ سے ممانعت کی گئی۔ غرض کہ آیہ ترکوک قائما سے صاف ثابت
ہو کہ نماز جمعہ قبل نزول سورہ جمعہ یقیناً مشروع ہو چکی تھی۔ پس سورہ جمعہ کے مدنی ہونے سے
معترض صاحب کا کیا کام نکل سکتا ہو۔ اب ہم اسکو ثابت کر دیتے ہین کہ نماز جمعہ
قبل ہجرت مکہ مین فرض ہو چکی تھی۔

اثبات فرضیتِ جمعہ قبل الہجرۃ

کتب احادیث و سیر سے ہم چند روایتین نقل کرتے ہین جن کے ملانے سے یہ بات ثابت
ہوتی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ مین تشریف رکھتے تھے اور ہنوز نماز جمعہ
مشروع نہین ہوئی تھی کہ مسلمانانِ مدینہ کو یہ خیال گزرا کہ یہود و نصاریٰ ہفتہ مین ایک
روز مجتمع ہوتے ہین ہم لوگ بھی ہفتہ مین ایک دن مجتمع ہو کر خدا کی عبادت کرین پس
جمعہ کا روز مقرر کر کے حرہ بنی بیاضہ کے ہزم النبیت مین مجتمع ہوئے اور اسعد بن زرارہ رض کو

[۵] بعض روایتون مین مروی ہو کہ اس وقت جمعہ کا خطبہ بعد نماز کے ہوا کرتا تھا پھر اس واقعہ کے بعد جمعہ کا خطبہ نماز سے پہلے مشروع ہوا ۱۲ منہ

امام بناکر سب نے وہان نماز پڑھی - خدائے پاک کو اُن مسلمانون کا وہ فعل پسند آیا تو بذریعہ
وحی غیر متلو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز جمعہ کا حکم ہوا آپ مکہ مین غلبہ کفار کی وجہ سے
خود اقامت جمعہ سے مجبور تھے مدینہ طیبہ مین مصعبؓ بن عمیر کو نماز جمعہ قائم کرنے کو لکھ بھیجا -
اُن دنون اسعدؓ بن زرارہ نے مدینہ مین جہان سہل و سہیل کا مربد تمر تھا نماز پڑھنے کی جگہ
بنالی تھی - جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ نامہ مصعبؓ بن عمیر کو پہونچا تو اُنہون نے
اُسی مربد مین نماز جمعہ پڑھائی پھر برابر وہان نماز جمعہ ہوتی رہی - جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ مین تشریف لائے تو اکثر اوقات آپ بھی وہین نماز
پڑھتے آخر اُس مربد کو خرید کرکے آپنے وہان اپنی مسجد بنوائی اور برابر نماز جمعہ آپ اُسی مسجد
مین پڑھاتے رہے - پھر اِسکے بعد شام کا قافلہ آجانے سے وہ انفضاض والا
واقعہ جسکو ہم اوپر لکھ چکے ہین پیش آیا تو سورہ جمعہ نازل ہوا - عن عبد الرحمن بن
کعب بن مالك وكان قائد ابيه بعد ما ذهب بصره عن ابيه كعب بن
مالك انه كان اذا سمع النداء يوم الجمعة ترحم لاسعد بن زرارة
فقلت له اذا سمعت النداء ترحمت لاسعد بن زرارة قال لانه
اول من جمع بنا في هزم النبيت من حرة بني بياضة في نقيع يقال له
نقيع الخضمات قلت كم انتم يومئذٍ قال اربعون اخرجه ابوداؤد و
ابن ماجه وقال فيه كان اول من صلى بنا صلوة الجمعة قبل مقدم رسول الله
صلے الله عليه وسلم من مكه قال الحافظ ابن حجر في التلخيص اسناده حسن
وعن محمد بن سيرين قال جمع اهل المدينة قبل ان يقدمها رسول
الله صلے الله عليه وسلم وقبل ان تنزل الجمعة فقالت الانصار ان

لليهود يوما يجمعون فيه كل سبعة ايام وللنصارى كذلك فهلم فلنجعل
يوما نجتمع فيه فنذكر الله تعالى ونصلي ونشكره فجعلوه يوم العروبة
واجتمعوا الى اسعد بن زرارة فصلى بهم يومئذ وانزل الله تعالى
بعد ذلك اذا نودي للصلوة من يوم الجمعة الآية اخرجه عبد الرزاق
واخرون وهو مرسل صحيح قال الحافظ في الفتح فمرسل ابن سيرين
يدل على ان اولئك الصحابة اختاروا يوم الجمعة بالاجتهاد ـ
وعن ابن عباس قال اذن النبي صلى الله عليه وسلم الجمعة قبل
ان يهاجر ولم يستطع ان يجمع بمكة وكتب الى مصعب بن عمير اما
بعد فانظر اليوم الذي تجهر فيه اليهود بالزبور فاجمعوا نسائكم
وابناءكم فاذا مال النهار عن شطره عند الزوال من يوم الجمعة
فتقربوا الى الله بركعتين قال فهو اول من جمع حتى قدم النبي صلى
الله عليه وسلم المدينة فجمع عند الزوال من الظهر واظهر ذلك
اخرجه السهيلي في الروض الانف والحافظ في التلخيص والشوكاني
في النيل واخرون وعزوه الى الدارقطني وعن ابي مسعود الانصاري
قال اول من قدم من المهاجرين المدينة مصعب بن عمير وهو اول
من جمع بها يوم الجمعة جمعهم قبل ان يقدم رسول الله صلى الله
عليه وسلم وهم اثنا عشر رجلا اخرجه الطبراني في الكبير والاوسط
على ما قال الهيثمي في مجمع الزوائد والحافظ في التلخيص وعن الزهري
ان مصعب بن عمير حين بعثه النبي صلى الله عليه وسلم الى المدينة

جمع بهم وهم اثنا عشر رجلا رواه البيهقي في المعرفة وقال الحلبي في سيرته وفي الامتاع كان اسعد بن زرارة بنى فيه اي في مربد سهل وسهيل جدارا تجاه بيت المقدس كان يصلي اليه بمن اسلم قبل قدوم مصعب بن عمير ثم صلى بهم اليه مصعب انتهى قال العلامة الآلوسي في روح المعاني او يجمع بان اسعد اول من اقامها بغير امر منه صلى الله تعالى عليه وسلم كما يدل عليه خبر ابن سيرين وصرح به ابن الهمام ومصعبا اول من اقامها بامره عليه الصلوة والسلام او بان مصعبا اول من اقامها في المدينة نفسها واسعد اول من اقامها في قرية قرب المدينة وعن ام زيد بن ثابت انها قالت رايت اسعد بن زرارة قبل ان يقدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة يصلي بالناس الصلوات الخمس ويجمع بهم في مسجد بناه في مربد سهل وسهيل قالت فكاني انظر الى رسول الله صلى الله عليه وسلم لما قدم وصلى بهم في ذلك المسجد وبناه اخرجه الحلبي في سيرته والديار بكري في تاريخه الخميس وعن الزهري قال بركت ناقة رسول الله صلى الله عليه وسلم عند موضع مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يومئذ يصلي فيه رجال من المسلمين قبل قدومه صلى الله عليه وسلم وكان مربدا لسهل وسهيل وكان جدارا مجدرا ليس عليه سقف وقبلته الى بيت المقدس وكان اسعد بن زرارة بناه وكان يصلي باصحابه ويجمع بهم فيه الجمعة قبل قدوم رسول الله صلى الله

علیه وسلم رواه الحافظ السیاطی فی سیرته وقال الحلبی فی سیرته[ص ۷۲ ج ۲]
وکان من جملة محل مسجده صلی الله علیه وسلم مسجد لابی امامة
اسعد بن زرارة رضی الله تعالی عنه وکان ابوامامة یجمع فیه
بمن یلیه بناه فی بعض مربد للتم لسهل وسهیل ثم قال وکان
رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی فی ذلک المسجد وقال ابن
هشام فی سیرته[ص ۱۷۵] وسال عن المربد لمن هو فقال له معاذ بن عفراء
هو یارسول الله لسهل وسهیل ابنی عمرو وهما یتیمان لی وسارضیهما منه
فاتخذه مسجدا فامر به رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یبنی مسجدا
روایات واقوال مذکورہ بالاسے وہ باتین جومین نے اوپر لکھی ہین کماحقہ ثابت ہین

اقوال علما

اب ہم چند علما کے اقوال لکھتے ہین جن سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ ہجرت کے قبل ہی نماز جمعہ فرض ہو چکی تھی

قول شیخ ابی حامد

حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین[ص ۹۳ ج ۲] لکھا ہی قال الشیخ ابوحامد فرضت بمکة
یعنی شیخ ابوحامد نے کہا ہی کہ نماز جمعہ مکہ مین فرض ہو تہکی اسکے بعد وہ لکھتے ہین وهو غریب
یعنی شیخ ابوحامد کا یہ قول غریب ہی۔ اب مین کہتا ہون کہ قول غریب مستلزم ضعف کو نہین ہی
علی الخصوص ایسی حالت مین کہ روایات مذکورہ بالا اسکے موید ہین اور دوسرے علما نے
بھی اسی کے ساتھ اتفاق کیا ہی۔ بلکہ خود حافظ ابن حجر کا میلان بھی اس قول کی طرف پایا جاتا ہی کما سیاتی

قول حافظ ابن حجر عسقلانی

حافظ ابن حجر نے فتح الباری[ص۲۹۲ ج۲] مین لکھا ہے ولا یمنع ذلک ان یکون النبی صلی اللہ علیہ وسلم علمہ بالوحی وھو بمکۃ فلم یتمکن من اقامتھا ثم فقد ورد فیہ حدیث عن ابن عباس عند الدار قطنی ولذلک جمع بھم اول ما قدم المدینۃ کما حکاہ ابن اسحٰق وغیرہ۔

قول علامہ سیوطی

علامہ سیوطی نے تفسیر اتقان[ص۵۴] مین لکھا ہے النوع الثانی عشر ما تاخر حکمہ عن نزولہ وما تاخر نزولہ عن حکمہ الی قولہ ومن امثلتہ ایضا آیۃ الجمعۃ فانھا مدنیۃ والجمعۃ فرضت بمکۃ اور رسالہ ضوء الشمعہ فی عدد الجمعۃ مین وہ لکھتے ہین الجمعۃ فرضت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو بمکۃ فلم یتمکن من اقامتھا ھناک من اجل الکفار فلما ھاجر من اصحابہ الی المدینۃ امرھم بان یجمعوا فجمعوا

قول علامہ ابن حجر مکی

شیخ ابن حجر مکی نے تحفۃ المحتاج شرح منہاج مین لکھا ہے فرضت بمکۃ ولم تقم بھا لفقد العدد اولان شعارھا الاظھار وکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مستخفیا بھا

قول علامہ حلبی

علامہ ابراہیم حلبی نے سیرت حلبیہ مین لکھا ہو وکان مصعب یؤم القوم ای الاوس والخزرج لان الاوس والخزرج کرہ بعضھم ان یؤمہ بعض وجمع بھم اول جمعۃ جمعت فی الاسلام قبل قدومہ صلے اللہ علیہ وسلم المدینۃ وقبل نزول سورۃ الجمعۃ الآمرۃ بھا فانھا مدنیۃ ۔

قول علامہ شوکانی

وذلک ان الجمعۃ فرضت علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم وھو بمکۃ قبل الھجرۃ کما اخرجہ الطبرانی عن ابن عباس فلم یتمکن من اقامتھا ھنالک من اجل الکفار فلما ھاجر من ھاجر من اصحابہ الی المدینۃ کتب الیھم یامرھم ان یجمعوا فجمعوا ۔

قول مولف رسالہ التحقیقات العلی

ہمارے کرمفرما جناب مولوی شمس الحق صاحب جن کی فرمایش و اعانت سے ہمارے معترض صاحب نے اپنا رسالہ لکھکر چھپوایا ہو اور جن کو اپنے آخر رسالہ کے اشتہار مین مجتہد مطلق لکھا ہو وہ اپنے رسالہ التحقیقات العلی مین لکھتے ہین کہ قبل ہجرت فرمانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرف مدینہ کے حضرت مصعب بن عمیر رض نے مدینہ منورہ مین بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ پڑھایا۔

بقیہ مباحث دلیل اول

قولہ قبا مین آپ کے جمعہ کا منقول نہونا اگر مولف کے نزدیک اس بات کی دلیل ہو کہ قبا مین

آپ کا جمعہ ہوا ہی نہین الخ **اقول** جس شخص نے کتب محدثین کی اچھی طرح سیر کی ہو اُسپر کما حقہ ظاہر ہو کہ جو امر مہتم بالشان قابل ذکر ہوتا ہو محدثین نے عدم نقل کو اُسکے عدم وجود کی دلیل ٹھہرائی ہو۔ اسی وجہ سے جا بجا ان کی عبارتون مین لم ینقل وغیرہ ایسے الفاظ مذکور ہین ہجرت کے متعلق محدثین و اہل سیر نے ذرا ذرا سی بات کو نقل کیا ہو یہان تک کہ قبا کے بارے مین یہ بھی لکھا ہو کہ بعد بنائے مسجد قبا وہان نماز جماعت کے ساتھ ہونے لگی پھر بھی کسی روایت معتبرہ مین یہ مذکور نہین کہ حین قیام قبا آنحضرت نے وہان نماز جمعہ پڑھی اس سے یہ ضرور نکلتا ہو کہ وہان جمعہ پڑھا ہی نہین اگر پڑھتے تو ایسے مہتم بالشان امر کو محدثین و اہل سیر باسناد صحیح ضرور روایت کرتے۔ اچھا اب ہم معترض صاحب کی کمال تشفی خاطر کی نظر سے اس امر کی چند دلیلین پیش کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام قبا کے زمانہ مین ہرگز جمعہ نہین پڑھا **اولاً** علامہ زرقانی نے شرح مواہب لدنیہ مین اور دیار بکری نے تاریخ خمیس مین لکھا ہو قیل کان یصلی الجمعۃ فی مسجد قبا مدۃ اقامتہ۔ قیل کا لفظ جو تمریض کے لئے ہو اس سے صاف ثابت ہو کہ صحیح یہ ہو کہ وہان آپنے اپنی مدت قیام مین جمعہ نہین پڑھا **ثانیاً** حضرت علی کرم اللہ وجہ تیسرے روز قبا مین پہونچگئے تھے اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وہان جمعہ پڑھا ہوتا تو وہ لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع نہ فرماتے۔ پس حضرت علی کے اس قول سے کما حقہ ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہان جمعہ پڑھا ہی نہین۔ **ثالثاً** اگر آنحضرت نے وہان پڑھا ہوتا تو وہان جمعہ قایم رہتا۔ حالانکہ خود معترض صاحب تسلیم کر چکے ہین کہ عہد نبوی مین بجز مسجد نبوی قبا وغیرہ مواضعات مین جو مدینہ کے قریب ہین جمعہ نہین ہوتا تھا **رابعاً** علامہ گازرونی نے اپنی سیرت مین مسجد قبا کی نسبت لکھا ہو

نصلی بھم فیہ ولم یحدث فی المسجد شیئا۔ اس عبارت سے کما حقہ ثابت ہی کہ
جمعہ جبکے پڑھنے کا اسکے قبل آپ کو اتفاق نہین ہوا تھا وہان آپنے ہرگز نہین پڑھا۔
بلکہ صرف پنجگانہ نماز جو پہلے سے وہان جاری تھی وہی جماعت کے ساتھ پڑھاتے رہے
خامساً دارقطنی کی روایت مذکورہ بالا جو ابن عباس سے مروی ہی اُس کے آخر کا
ٹکڑا یہ ہی حتی قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ فجمع عند الزوال من الظھر
اس سے ثابت ہی کہ قبا مین نماز جمعہ پڑھنے کا آپ کو اتفاق نہین ہوا **قولہ** قبل تعمیر مسجد
نبوی مدینہ مین بھی آپ کا جمعہ کا ہونا منقول نہین **اقول** معترض صاحب کا یہ خیال
محض غلط ہی۔ عقلاً ونقلاً یہ اچھی طرح ثابت ہی کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہجرت
کرکے مدینہ مین جلوہ افروز ہوئے تو پہلے ہی جمعہ سے آپ نے وہان نماز جمعہ پڑھنا شروع
کردی کیونکہ **اولاً** جب جمعہ پہلے ہی فرض ہو چکا تھا تو مدینہ مین ترک کرنے کی کوئی وجہ نہین
ثانیاً یہ ثابت ہو چکا کہ آپ کی ہجرت کے پہلے سے جمعہ مدینہ مین جاری تھا یہ کیونکر
ہوسکتا ہی کہ صحابہ تو مدینہ مین جمعہ پڑھین اور آپ مدینہ مین تشریف رکھتے ہون اور آپ
ترک فرمائین **ثالثاً** دارقطنی کی روایت کا وہ ٹکڑا جسکو ابھی مین نے نقل کیا ہی صاف
اسپر دال ہی کہ مدینہ پہونچنے کے ساتھ آپنے نماز جمعہ پڑھانا شروع کردی **قولہ** حبشہ مین
بھی جمعہ کا ہونا منقول نہین **اقول** واقعات حبشہ واقعات ہجرت کی طرح ہرگز مہتم بالشان
نہین تھے پس اگر وہان کا جمعہ منقول نہین تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ وہان جمعہ نہوا ہو۔
علی الخصوص ایسی حالت مین کہ جمعہ کی فرضیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے
اور سورہ جمعہ سے عام طور پر مسلمانون کو معلوم ہو چکی ہو اور اُن مقامات مین سے بھی نہو جہان
جہان پہلے پہل نماز جمعہ ہوتی گئی۔ پس معترض صاحب نے اپنے اس قول پر جو کچھ تفریع

کی ہی وہ محض غلط ہی **قولہ** قبا مولف کے یہان فنائے مدینہ سے ٹھہرتا ہی کیونکہ قبا مدینہ سے
دو میل سے کچھ زاید پر ہی **اقول** فتح القدیر وغیرہ کتب فقہ مین فنائے مصر کی یہ تعریف
لکھی ہے ھو المکان المعد لمصالح المصر یعنی فنائے مصر وہ مقام ہی جو مصالح
مصر کے لئے مقرر کیا گیا ہو اور یہی تعریف عند الفقہا صحیح ہی اور تحدید بمسافت قول غیر معتبر ہی۔
پس چونکہ تعریف مذکور قبا پر صادق نہین تھی اس وجہ سے وہ بنا بر قول صحیح فنائے مدینہ نہین ہوسکتا
قولہ درمختار مین ہی والمختار للفتوی تقدیرہ بفرسخ ذکرہ الولوالجی
اقول علامہ شامی نے رد المحتار مین اس قول کی تزئیف کی ہی وہ لکھتے ہین اعلم
ان بعض المحققین اہل الترجیح اطلق الفناء عن تقدیرہ بمسافۃ
وکذا محرر المذہب الامام محمد و بعضہم قدرہا وجملۃ
اقوالہم فی تقدیرہ ثمانیۃ اقوال او تسعۃ الی قولہ فالقول بالتحدید
بمسافۃ یخالف التعریف المتفق علی ما صدق علیہ بانہ المعد لمصالح
المصر فقد نص الائمۃ علی ان الفنا ما اعد لدفن الموتی وحوائج المصر
کرکض الخیل والدواب وجمع العساکر والخروج للرمی وغیر ذلک الخ
اور علامہ طحطاوی نے بھی بحوالہ رسالہ شرنبلالی لکھا ہی ان الصحیح فی الفنا التعریف
الذی ذکرہ المصنف **قولہ** بلکہ صاحب رد المحتار کے نزدیک اسکی حد اس سے بھی زیادہ ہی
اقول تقدیر بمسافت۔ صاحب رد المحتار کے نزدیک صحیح نہین بلکہ حد صحیح یہی ہی کہ
جو معد ہو مصالح مصر کے لئے **قولہ** باقی مولف نے جو یہان اور ص مین یہ لکھا ہی کہ قبا
مدینہ طیبہ سے تین کوس کے فاصلے پر ہی صحیح نہین الخ **اقول** حافظ ابن حجر نے فتح الباری
جلد سابع ص ۱۹۰ مین لکھا ہی قولہ حتی نزل بہم فی بنی عمرو بن عوف ای ابن

مالک بن الاوس بن حارثة ومنازلهم بقبا وهي على فرسخ من المسجد
النبوي بالمدينة دیکھو حافظ ابن حجر نے قبا اور مسجد نبوی مین ایک فرسخ کی مسافت لکھی ہے
اور فرسخ تین کوس کا ہوتا ہے اور جلد سوم مین صہ ٥٦ لکھا ہے وفی المطالع هو على ثلثة اميال
من المدينة اور علامہ عینی نے شرح بخاری مین صہ ٢٨٩ لکھا ہے قال ابن قرقول على ثلثة اميال
من المدينة - دیکھو ان عبارات سے ثابت ہے کہ قبا مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلے
پر ہے - اور عربی مین میل کوس کو کہتے ہین پس ان اقوال سے کما حقہ ثابت ہے کہ قبا مدینہ
طیبہ سے تین کوس پر ہے اور معترض صاحب نے جو خلاصة الوفا سے یہ ثابت کیا ہے کہ
کہ باب مسجد نبوی سے باب مسجد قبا تک دو میل سے کچھ زاید ہے اس سے یہ نہین ثابت ہوتا
کہ منازل بنی عمرو بن عوف جہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرود ہوے تھے انکو ترک کرکے
ہنا غلط ہے **قولہ** صہ مولف کے نزدیک جمعہ محض قریہ مین یعنی چھوٹے قریہ مین درست نہین ہے لیکن بڑے قریہ مین
درست ہے **اقول** یہ مولف پر محض افترا ہے مولف نے یہ کہین نہین لکھا کہ چھوٹے قریہ مین نادرست
ہے اور بڑے قریہ مین درست ہے چاہے حدود معتبرہ مین سے کوئی حد مصر جامع صادق ہو
یا نہو - معترض صاحب کو ایسی فریب آمیز باتین لکھنے سے کیا فائدہ **قولہ** صہ اور جب مولف
کے نزدیک بڑے قریہ مین درست ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ قبا مین جمعہ اُسوقت ہوا نہین **اقول**
قبا اُسوقت چھوٹا سا قریہ تھا چونکہ اُس پر مصر جامع کی حد صادق نہ تھی اس وجہ سے وہان
جمعہ نہین ہوا **قولہ** صہ کیونکہ قبا قریہ کبیرہ ہے الخ **اقول** ہجرت کے بعد قبا قریہ کبیرہ ہو گیا ہو
یا مدینہ کبیرہ مگر ہجرت کے زمانہ مین وہ چھوٹا قریہ تھا شہر ہرگز نہ تھا علامہ عینی نے شرح بخاری مین صہ ٢٨٩ ج ٤
بحوالہ علامہ رشاطی لکھا ہے ولما نزل بها رسول الله صلى الله عليه وسلم
وانتقل الى المدينة اختط الناس بها الخطط واتصل البنيان بعضه ببعض

حتی صارت مدینۃ **قولہ** مولف کے علامہ عینی عمدۃ القاری میں یہ لکھتے ہیں کہ امام
ای موضع حل جمیع الخ **اقول** علامہ عینی کا یہ قول بعض اقوال فقہا کے موافق ہے جسکو
علامہ ابن حزم کے جواب میں پیش کیا ہے مگر فی نفسہ یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ باتفاق فقہا
صحرا میں نماز جمعہ درست نہیں گو وہاں امام موجود ہو۔ دیکھو عرفات میں امام موجود رہتا ہے
مگر وہاں نماز جمعہ درست نہیں **قولہ** بہتیرے بلاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد
مبارک میں مفتوح ہو گئے تھے جیسے یمن وطائف وغیرہ وغیرہ لیکن کسی روایت سے ان بلاد
مین اُس عہد مبارک میں جمعہ کا قائم ہونا ثابت نہیں ہوتا الخ **اقول** اسکا جواب وہی ہے جو
حبشہ کے متعلق اوپر لکھا گیا **قولہ** علی ہذا القیاس حضرت عمر رضہ کے زمانہ میں بہتیرے بلاد مفتوح
ہوئے جیسے کوفہ وبصرہ وغیرہ وغیرہ لیکن کسی روایت سے ان بلاد میں بھی اُس زمانہ میں جمعہ
کا قائم ہونا ثابت نہیں ہوتا **اقول** اسکا اصل جواب بھی تو حبشہ کے متعلق گزر چکا۔ رہا معترض
صاحب کا یہ دعوی کہ ان بلاد میں جمعہ کا قایم ہونا ثابت نہیں ہوتا بالکل غلط ہے حافظ ابن حجر نے
تلخیص الحبیر میں لکھا ہے وذکر ابن عساکر فی مقدمۃ تاریخ دمشق ان عمر کتب الی
ابی موسی والی عمرو بن العاص والی سعد بن ابی وقاص ان یتخذ مسجدا
جامعا ومسجد للقبائل فاذا کان یوم الجمعۃ انضموا الی المسجد الجامع
یعنی ابن عساکر نے مقدمہ تاریخ دمشق میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضہ نے ابو موسی اور عمرو بن عاص
اور سعد بن ابی وقاص کو یہ لکھ بھیجا کہ مسجد جامع طیار کرائیں اور قبائل کے لئے مسجدیں
بنوائیں۔ اور جب جمعہ کا روز ہو تو سب جامع میں مجتمع ہوں۔ ابو موسی حضرت عمر کی طرف
سے بصرہ کے والی تھے۔ فی الاکمال لصاحب المشکوۃ ولم یزل علی البصرۃ
الی صدر من خلافۃ عثمان۔ اور عمرو بن عاص مصر کے والی تھے فی الاکمال وھو

فتح مصر لعمر ولم يزل عاملا له عليها الى آخر وفاته۔ اور سعد بن ابی وقاص کوفہ کے والی تھے فی الاکمال ولاہ عمر وعثمان الکوفۃ۔ پس ان بلاد مین بنا مسجد جامع سے اقامت جمعہ کما حقہ ثابت ہی **قولہ** واضح ہو کر مولف نے صلا ۱۳ مین اپنے اس قول کے متعلق کہ قبل ہجرت نماز جمعہ مکہ معظمہ ہی مین فرض ہو چکی تھی ایک حاشیہ لگایا ہی جس مین روایات ذیل سے استدلال ہی الی قولہ اور ابن ماجہ مین ہی الخ **اقول** مولف نے ابن ماجہ کی روایت سے نہ جامع الآثار مین استدلال کیا ہی اور نہ کہین اُسکے حاشیہ مین پھر مولف کے استدلالات مین ابن ماجہ کی روایت کو ذکر کرنا اور اُسکا جواب دینا محض لچر اور بے محل ہی **قولہ** تلخیص مین نہ اسکے کل رجال مذکور ہین اور نہ کسی محدث سے اسکی تصحیح منقول ہی **اقول** تلخیص مین اس روایت کو یون نقل کیا ہی۔ روی الدار قطنی من طریق المغیرۃ بن عبد الرحمن عن مالک عن الزھری عن عبید اللہ عن ابن عباس قال اذن النبی صلے اللہ علیہ وسلم الخ اولا اس کو نقل کرکے حافظ نے سکوت کیا ہی جس سے بظاہر یہی مستفاد ہوتا ہی کہ اسکی سند ضعیف نہین ہی ثانیا طریقہ محدثین اہل تخریج یہ ہی کہ کسی حدیث کے اسناد کے اگر چند رجال کو ذکر کرتے ہین تو اُن کا مقصود یہ ہوتا ہی کہ بقیہ رجال مین کوئی جرح نہین ہی۔ پس حافظ کا مغیرہ بن عبد الرحمن سے لیکر پوری سند لکھدینا اس امر کی طرف مشیر ہی کہ اسکے باقی رجال سب ثقہ ہین۔ اب جو رواۃ کہ حافظ نے ذکر کیے ہین اُنمین سے کوئی راوی ایسا نہین ہی جسپر ایسی جرح ہوئی ہو جس سے یہ روایت ضعیف ہو سکتی ہو۔ المختصر حافظ ابن حجر کا یہ صنیع صاف بتا رہا ہی کہ باقی رجال سب ثقہ ہین ثالثا معترض صاحب کے مجتہد مطلق جن کی فرمایش اور اعانت سے یہ رسالہ لکھا ہی اور اس امر کو بڑے فخر کے ساتھ اپنے رسالہ کی لوح پر ظاہر کیا ہی اُنھون نے بھی دار قطنی کی اس روایت سے اپنے رسالہ التحقیقات العلی صلا مین استدلال

کیا ہی۔ اب معترض جبتا اسکا اقرار کرین کہ اس روایت سے مولف کا استدلال بھی صحیح ہی یا اسکا
اعتراف فرمائین کہ اِن کے مجتہد مطلق کا استدلال بھی درست نہین۔ **قولہ** اسکے علاوہ معلوم
نہین کہ یہان دارقطنی سے سنن دارقطنی مراد ہی یا کوئی دوسری کتاب دارقطنی کی الخ **اقول**
اگر سنن دارقطنی مین یہ روایت نہین ہی تو نہو مگر جب حافظ ابن حجر نے اپنی تالیفات مین اسکو
دارقطنی کی طرف منسوب کیا ہی تو یہ ضرور ماننا پڑیگا کہ دارقطنی کی کسی کتاب مین یہ روایت ضرور ہے
اور حافظ کے علاوہ دوسرے محدثین نے بھی اس کو دارقطنی کی طرف منسوب کیا ہی غرض
یہ حوالہ ہرگز غلط نہین ہو سکتا **قولہ** نیل الاوطار کی روایت پر یہ بحث ہی الخ **اقول** جب آپکے
علامہ شوکانی نے اسپر سکوت کیا ہی اور اس سے استدلال کیا ہی تو ظاہر ہی ہی کہ یہ روایت قابل
استدلال ہی **قولہ** ابن ماجہ کی روایت پر یہ بحث ہی الخ **اقول** بندہ خدا ابن ماجہ کی روایت
کو مولف نے جامع الآثار مین پیش کب کیا ہی جو جواب دینے لگے **قولہ** درمنثور کی روایت پر
یہ بحث ہی کہ یہ روایت مرسل ہی کیونکہ ابن سیرین تابعی ہین نہ کہ صحابی **اقول** ابن سیرین
کبار تابعین سے ہین اور مرسل کبار تابعین ایک جماعت محدثین کے نزدیک قابل احتجاج ہی
اب ہم کہتے ہین کہ اگر یہ روایت ابن سیرین بوجہ ارسال قابل استدلال نہین۔ تو
ہزم النبیت والا واقعہ جو ابو داؤد و ابن ماجہ مین مروی ہی اُسکا اجتہادی ہونا کسی دوسری
روایت صحیحہ سے ثابت نہین۔ پس جس طرح معترض صاحب نے اہل جواثا کے فعل کو بحکم نبوی
محمول کیا ہی اس کو بھی اُس پر اُن کو محمول کرنا ہوگا کہ اسعد بن زرارہ رضہ نے ہزم النبیت مین
بحکم نبوی جمعہ پڑھایا تھا اور ابن ماجہ سے صاف صاف ثابت ہی کہ یہ واقعہ قبل ہجرت واقع ہوا تھا
پس معترض صاحب کو واقعہ ہزم النبیت سے یہ ضرور ماننا پڑیگا کہ نماز جمعہ قبل ہجرت ضرور
مشروع ہو چکی تھی **قولہ** تلخیص کی دوسری روایت پر یہ بحث ہی کہ یہ روایت صحیح نہین۔ الخ

اقول صالح بن ابی الاخضر کی نسبت اگرچہ ایک جماعت نے تضعیف کی ہو مگر اسکے ساتھ ہی بہتیرے محدثین نے انکی روایت کو قابل اعتبار و اعتضاد قرار دیا ہو علامہ ذہبی نے میزان مین لکھا ہو صالح الحدیث اور حافظ ابن حجر نے تقریب مین لکھا ہو ضعیف یعتبر بہ مولف نے بھی اس روایت کی نسبت یہی لکھا ہو کہ باسناد یعتبر بہ بہرکیف چونکہ یہ واقعہ بتعدد طرق مروی ہو اسوجہ سے ضرور قابل احتجاج ہو **قولہ** اور تفسیر درمنثور اور تلخیص کی دوسری روایت پر ایک یہ بھی بحث ہو کہ ان روایات کا واقعہ وہی واقعہ ہو جو ابن ماجہ کی روایت مین مذکور ہو **اقول** ابن ماجہ والی روایت جس مین بمقام ہزم النبیت اسعد بن زرارہ رض کے نماز جمعہ پڑھانے کا واقعہ منقول ہو اور طبرانی والی روایت جو تلخیص مین مذکور ہو اور بطریق ابی مسعود انصاری مروی ہو جس مین مصعب بن عمیر کا واقعہ منقول ہو وہ دونون واقعے ہرگز ہرگز ایک نہین کیونکہ **اولاً** اسعد بن زرارہ وغیرہ کا وہ فعل اجتہادی تھا جیسا کہ مرسل ابن سیرین سے ثابت ہو اور مصعب رض بن عمیر کا فعل بحکم نبوی تھا جیسا کہ دارقطنی کی روایت سے ثابت ہو **ثانیاً** ابن ماجہ کی روایت مین اسعد بن زرارہ رض کا امام ہونا منقول ہو اور طبرانی کی روایت مین مصعب بن عمیر رض کا امام ہونا مذکور ہو **ثالثاً** ابن ماجہ کی روایت مین بمقام ہزم النبیت نماز جمعہ ہونا مروی ہو اور طبرانی کی روایت مین مصعب رض بن عمیر کا مدینہ مین نماز جمعہ پڑھانا منقول ہو اور کتب سیر کی روایات سے ثابت ہوتا ہو کہ مدینہ مین وہان نماز جمعہ پڑھائی تھی جہان سہل و سہیل کا مربد تمر تھا۔ جہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد قدوم مدینہ اپنی مسجد بنوائی **رابعاً** ابن ماجہ والی روایت کے واقعہ مین چالیس آدمی شریک نماز تھے اور طبرانی والی روایت کے واقعہ مین بارہ آدمیون کی شرکت منقول ہو۔ پس معترض کا یہ دعویٰ کہ دونون ایک ہی واقعہ ہین محض غلط ہو **قولہ** کیونکہ خلاصۃ الوفا مین یہ مرقوم ہو **لانے اقول**

۴ یہی وجہ ہے کہ آپ کے مستند اور معتمد مولوی شمس الحق صاحب نے بھی تعلیقات المغنی مین تعدد وقعہ کو تسلیم کر لیا ہے ۱۲ منہ

صاحب خلاصۃ الوفا کا یہ خیال کہ مصعب رض نے ہزم النبیت مین نماز جمعہ پڑھائی تھی بوجوہ مذکورہ
بالکل محض غلط ہے **قولہ** اور جب ان تمام روایات کا واقعہ ایک ہی ہے الخ **اقول** ہم ابھی
نہایت پرزور تقریروں سے ثابت کر چکے کہ ہرگز ایک واقعہ نہیں پس جو کچھ معترض نے اسپر
تفریع کی ہے وہ بناء فاسد علی الفاسد ہے **قولہ** یہ تردید صحیح نہیں **اقول** یہ تردید علی سبیل منع الخلو
ضرور صحیح ہے **قولہ** اسواسطے کہ سوائے مسجد عاتکہ کے مدینہ مین آپ کا جمعہ پڑھنا بوقت
قدوم مروی نہیں **اقول** ہم اس کو اوپر کماحقہ ثابت کر چکے **قولہ** باقی حافظ ابن حجر نے
جو یہ لکھا ہے کہ آپکی پہلی نماز جمعہ مدینہ مین ہوئی سو وہ نماز جمعہ وہی مسجد عاتکہ والی ہے چونکہ مسجد عاتکہ مدینہ کے
قریب ہے لہذا حافظ ابن حجر نے اُسکو مدینہ کے ساتھ تعبیر کر دیا ہے حافظ ابن حجر کا قول
کماحکاہ ابن اسحق اسپر شاہد عدل ہے **اقول** حافظ ابن حجر کی عبارت یہ ہے۔

ولذلك جمع بهم اول ما قدم المدينة كما حكاه ابن اسحق وغيره

اس عبارت مین مدینہ سے صرف مسجد عاتکہ جو بنی سالم مین واقع ہے اور مدینہ سے ایک
کوس پر ہے ہرگز مراد نہیں کیونکہ بخاری کی روایت جو بطریق انس رض مروی ہے اُس سے
مسجد عاتکہ والی نماز غلط ثابت ہوتی ہے۔ اور حافظ نے حضرت انس رض کی روایت کی نسبت
اولی بالقبول کہا ہے پس اگر حافظ کے قول مین مدینہ سے مسجد عاتکہ مراد لیجائے تو اختیار قول
ضعیف لازم آتا ہے۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ حافظ نے کمال بلاغت کو دخل دیا ہے کہ مدینہ لکھا اور
اُس سے مراد عام رکھی ہے جو شامل ہے بنی سالم اور خاص مدینہ کو چونکہ اختلاف ہے کہ بعد روانگی
قبا آپنے پہلی نماز جمعہ کہان پڑھی اہل سیر نے لکھا ہے کہ بنی سالم مین پڑھی اور بخاری
کی روایت اسکی تغلیط کر رہی ہے اور دارقطنی کی روایت کہہ رہی ہے کہ خاص مدینہ مین
پڑھی پس کماحکاہ ابن اسحق سے تو اہل سیر کی روایت کی طرف اشارہ کیا۔

اور وغیرہ کے لفظ سے دارقطنی وغیرہ کی روایت کی طرف اشارہ کیا۔ ماحصل حافظ کی
عبارت کا یہ ہو کہ پہلی نماز جمعہ یا تو بنی سالم مین ہوئی یا خاص مدینہ مین۔ چونکہ مولف نے
یہ لکھا ہو کہ آپ کی پہلی نماز جمعہ یا تو مدینہ مین ہوئی یا بنی سالم کی مسجد عاتکہ مین اسواسطے
مولف نے منہیہ مین اسکی دلیل مین حافظ کے اس قول کو جو موید قول مولف ہو نقل کیا۔
معترض صاحب مولف کے ما بہ الاستدلال کو تو سمجھے نہین اور جی مین جو کچھ آیا کہہ گئے۔
اصل یہ ہو کہ مولف کے بعض استدلالات غامضہ کے سمجھنے کے لئے علم وفہم کے علاوہ غور و
فکر کی بھی ضرورت ہے۔ **قولہ** ثانیاً جب مولف صفحہ مین یہ تحریر کر چکے ہین کہ محلہ بنی سالم مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جمعہ پڑھنا غیر صحیح اور غیر معقول ہو تو پھر یہان آپ کا اُسی محلہ
بنی سالم مین جمعہ پڑھنا کیسا **اقول** مولف نے جو یہ لکھا ہو کہ آپ کی پہلی نماز جمعہ یا تو
مدینہ مین ہوئی یا بنی سالم کی مسجد عاتکہ مین پہلی شق موافق تحقیق ہو اور دوسری شق موافق
روایت اہل سیر کے ہو۔ اس سے یہ ہرگز نہین سمجھا جاتا ہو کہ بنی سالم مین آپکا جمعہ پڑھنا صحیح بھی
ہو۔ دیکھئے خود حضرت معترض اپنے رسالہ ہدایۃ الوری مین صفحہ لکھتے ہین کہ رہے مسافر سو اولاً
اُن کا مستثنےٰ ہونا روایات صحیحہ سے ثابت نہین اور المذہب المختار کے صفحہ ۱۰ مین لکھتے
ہین کہ اس صورت مین ترک جمعہ کی وجہ یا تو نسک ٹھہرے گی یا سفر انتہی۔ اب معترض صاحب
ذرا فرمائین کہ جب آپکے نزدیک مسافرت سبب ترک جمعہ نہین ہو سکتی تو پھر یہان یہ تردد
کیسی اور مسافرت کو ترک جمعہ کا سبب قرار دینا کیسا دیکھین معترض صاحب اس پھندے
سے کیونکر نکل جاتے ہین **قولہ** ثالثاً جب بنی سالم مدینہ کا ایک محلہ ہو تو پھر وہ شہر سے خارج
کیونکر ہو گیا **اقول** مولف نے بنی سالم کی نسبت یون لکھا ہو کہ مدینہ کا ایک محلہ ہو جو شہر
سے باہر تھا۔ معترض صاحب نے خوش نیتی سے باہر کے لفظ کو بدلکر خارج بنا دیا۔ بہر کیف

عام طور پر لوگ یہ جانتے ہین کہ اکثر شہر ایسے ہین جنکے بعض محلے شہر سے کچھ دور ہوتے ہین۔
وہ محلے بعض اعتبار سے مستقل گاوَن سمجھے جاتے ہین اور بعض اعتبار سے شہر کے محلات مین
محسوب ہوتے ہین جیسے آپ کے مئو کا محلہ بختاور گنج۔ بنی سالم پر مدینہ کا اطلاق آیا ہی جسکا
خود آپ کو اقرار ہی لہذا وہ مدینہ کا محلہ کہا گیا۔ اور چونکہ ایک میل پر واقع ہی اسوجہ سے شہر سے
باہر کہا گیا۔ دیکھیے سوانح عمری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبع ستارہ ہند کے صفحہ ۱۹۴
مین لکھا ہی کہ اگرچہ یہ محلہ شہر کے باہر ہی مگر اسکا حساب شہر کے محلون مین ہی۔ دیکھو یہان بھی
ویسی ہی عبارت ہی جیسی مولف نے لکھی ہی **قولہ** مسجد عاتکہ حرۂ بنی بیاضہ کے ہرم البنیت
مین واقع ہی الخ **اقول** اے سبحان اللہ کجا مسجد عاتکہ اور کجا حرۂ بنی بیاضہ مسجد عاتکہ
بنی سالم مین واقع ہی چنانچہ عمر بن شبہ نے اخبار المدینہ مین لکھا ہی عن کعب بن عجرۃ رض
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع اول جمعة حین قدم المدینة
فی مسجد بنی سالم فی مسجد بنی عاتکة وفی روایة له الذی یقال له مسجد عاتکة
اور بنی سالم اور بنی بیاضہ دونون الگ الگ دو قبیلے ہین اور دونون کا محلہ الگ الگ ہی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قبا سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو پہلے بنی سالم مین پہونچے
اُسکے بعد بنی بیاضہ مین چنانچہ سیرت ابن ہشام مین ہی فاتاہ عتبان بن مالک
وعباس بن عبادة بن نضلة فی رجال من بنی سالم بن عوف فقالوا یا رسول
اللہ اقم عندنا فی العدد والعدة والمنعة قال خلوا سبیلها فانها مامورة
لناقة فخلوا سبیلها فانطلقت حتی اذا وازنت دار بنی بیاضة۔ الخ۔
اور سیرت حلبیہ مین ہی (صفحہ ۲۶۷ ج ۲) ثم رکب صلی اللہ علیه وسلم راحلة بعد الجمعة متوجها
للمدینة الی قوله فانطلقت حتی وردت دار بنی بیاضة ای محلتهم۔

ان عبارتون سے صاف ثابت ہے کہ معترض صاحب کا یہ کہنا کہ مسجد عاتکہ بنی بیاضہ مین ہے
سخت فاش غلطی ہے **قولہ** خلاصۃ الوفا صـ۲۸۳ مین ہے قال النووی انہ قریۃ بقرب
المدینۃ علی میل من منازل بنی سلمۃ قالہ الامام احمد کما نقلہ
الشیخ ابو حامد **اقول** حرہ بنی بیاضہ کے بنی سالم مین ہونے کی کیا معقول دلیل
ارشاد ہوئی **اولاً** اس قول کا مطلب یہ ہے کہ وہ قریہ منازل بنی سلمہ سے ایک میل پر ہے اسمین
یہ کہان ہے کہ وہ قریہ بنی سلمہ مین واقع ہے **ثانیاً**۔ اس قول مین بنی سلمہ کا لفظ ہے نہ بنی سالم
یہان پر معترض صاحب نے کمال فہم کی وجہ بنی سلمہ اور بنی سالم کو ایک سمجھ لیا حالانکہ کتب سیر
سے بخوبی ثابت ہے کہ یہ دونون الگ الگ قبیلے ہین دوسرے عبارت کا مطلب کچھ
اور ہے اُسکو آپ کچھ اور سمجھے۔ اب معترض صاحب کو اپنی فاحش اغلاط کی تسلیم مین کیا
عذر ہو سکتا ہے **قولہ** اسکے علاوہ مولف صـ۱۱ مین کہتے ہین کہ حرہ بنی بیاضہ توابع مدینہ
سے ہے اور جب حرہ بنی بیاضہ خود مولف کے نزدیک توابع مدینہ سے ہے تو پھر ہم نہین سمجھتے
کہ یہ مدینہ کے محلہ سے کیونکر ٹھہریگا **اقول** یہ بنائے فاسد علی الفاسد ہے ورنہ ہم ثابت کرچکے
کہ حرہ بنی بیاضہ اور مقام ہے اور بنی سالم اور مقام ہے **قولہ** جب محلہ بنی سالم مدینہ طیبہ کا ایک
محلہ ہے تو پھر اُسکا مدینہ کے قریب ہونا کیا معنے **اقول** مجھے معترض صاحب کے ایسے ایسے
مہمل اعتراضات سے بیساختہ ہنسی آتی ہے۔ عوام کے نزدیک اس اعتراض کا کچھ وزن ہو تو ہو
مگر اہل علم کے نزدیک اضحوکہ سے کم نہین۔ بہت سے محلات ٹون سے خارج ہوتے ہین
مگر پھر بھی بعض اعتبارات سے وہ محلات شہر مین محسوب ہوتے ہین۔ اکثر قریٰ مین بھی
کچھ ٹولے ہوتے ہین جن مین بعض **اصلی** اور بعض **داخلی** کہے جاتے ہین جن کو بیشتر
چک یا **بیگھے** کے ساتھ تعبیر کرتے ہین۔ مولف کے قول مین مدینہ طیبہ سے وہ تمام

مقامات مراد ہین جو کسی اعتبار سے اپنر محلہ مدینہ کا اطلاق ہوسکتا تھا۔ اور دوسرا لفظ مدینہ
جو واقع ہوا ہو اُس سے وہی محلات مراد ہین جو ٹون کے اندر تھے۔ پس اس اعتبار سے
اُن محلات پر جو ٹون سے خارج تھے قریب و بعید کا اطلاق بہت صحیح ہو۔

مباحث متعلقہ دلیل دوم

حضرات غیر مقلدین کا جو یہ دعوی ہو کہ شہر ہو یا قریہ یا صحرا ہر جگہ نماز جمعہ فرض ہو۔ اس دعوی
کے ابطال مین مولف نے یہ دلیل پیش کی ہو کہ حجۃ الوداع مین بمقام عرفات آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے مع اہل مکہ جمعہ کے روز نماز ظہر ادا فرمائی نہ نماز جمعہ اسکے جواب
مین معترض صاحب نے بہت کچھ ہاتھ پاؤن ہلائے مگر کچھ معقول جواب اُن سے بن پڑا۔
اور حق یہ ہو کہ یہ دلیل ایسی ہو کہ قیامت تک حضرات غیر مقلدین سے اسکا جواب ممکن نہیں۔
قولہ واقعہ عرفات سے مولف کا استدلال اُسوقت صحیح ہوسکتا ہو جبکہ مولف پہلے یہ
ثابت کرلین کہ اہل مکہ نے عرفات مین جمعہ پڑھا ہی نہین اسواسطے کہ ممکن ہو کہ اہل مکہ نے
جمعہ پڑھا ہو **اقول** مولف نے ہر چند شاہ ولی اللہ مرحوم کا یہ قول پیش کردیا ہو کہ با
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعی کثیر از اہل مکہ در عرفہ بودند ایشان را جمعہ نفرمودند پھر بھی
تعجب ہو کہ معترض صاحب نے ایسی بات لکھی۔ خیر ان کو جانے دیجئے حضرات غیر مقلدین کے
اکابر مذہب کا قول سنو۔ علامہ ابن تیمیہ نے رسالہ مناسک الحج مین لکھا ہو و کذلک
یجمعون الصلاۃ بعرفۃ ومزدلفۃ ومنی کما کان اھل مکۃ یفعلون خلف النبی
صلی اللہ علیہ وسلم بعرفۃ ومزدلفۃ ومنی اور علامہ ابن قیم نے زاد المعاد مین
لکھا ہو امر بلالا فاذن ثم اقام الصلاۃ فصلی الظہر رکعتین واسر فیھما

بالقراءة وکان یوم الجمعة فدل علی ان المسافر لا یصلی جمعة ثم اقام
فصلی العصر رکعتین ایضاً ومعه اهل مکة وصلوا بصلاته قصرا وجمعاً
بلا ریب اور علامہ امیر یمانی نے رسالہ منسک الحج ص۱۹ مین لکھا ہی امر بلالا فاذن ثم اقام
فصلی الظهر رکعتین اسر فیهما بالقراءة وکان یوم الجمعة فدل علی ان
لا یصلی الامام المسافر جمعة بعرفة ثم اقام فصلی العصر رکعتین وصلی
بصلاته اهل مکة قصرا وجمعاً بلا ریب اب دیکھو کہ علامہ ابن تیمیہ و ابن القیم
و امیر یمانی جو حضرات غیر مقلدین کے پیشوایان مذہب اور اکابر محدثین سے ہین کس دعوی
کے ساتھ لکھ رہے ہین کہ اہل مکہ نے جمعہ کے روز عرفات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ نماز ظہر ادا کی تھی - اور آج تک اہل علم مین سے سلفاً و خلفاً کسی نے یہ دعوی نہین کیا
کہ اہل مکہ نے اُس روز جمعہ پڑھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر ادا فرمائی۔ تعجب ہے کہ
معترض نے اپنے قول کی تائید مین حدیث تو حدیث کسی کا قول تک بھی پیش نہین کیا اور
خلاف جمہور ایسی بات لکھ ڈالی۔ **قولہ** ص۲ پس اگر واقع مین یہی بات ہی تو اس سے بھی مولف
کا استدلال ناتمام ہی **اقول** کہان تو معترض صاحب نے اسکا اقرار کیا کہ مولف کا استدلال
اُس وقت صحیح ہو سکتا ہی جبکہ مولف پہلے یہ ثابت کرلین کہ اہل مکہ نے عرفات مین جمعہ
پڑھا ہی نہین اور کہان گھبراہٹ مین اسکو بھی ناتمام بتانے لگے۔ اسکے کیا معنے **قولہ** ص۲
اسواسطے کہ اس صورت مین ترک جمعہ کی وجہ یا تو نسک ٹھہریگی یا سفر **اقول** سفر کا تو
آپ نام نہ لین کیونکہ آپ اور اکثر حضرات غیر مقلدین اسکے قائل ہین کہ مسافر پر بھی جمعہ
فرض ہی چنانچہ آپ ہدایۃ الوری مین ص۵۰ لکھتے ہین رہے مسافر اُنکا مستثنے ہونا روایات
صحیحہ سے ثابت نہین اور رسالہ التحقیقات العلی کے آخر مین چند حضرات غیر مقلدین

اہل علم کی تحریرین موجود ہین جن سے ثابت ہی کہ اِن کے نزدیک مسافر پر جمعہ فرض ہی۔ بہرکیف
اگر ہم تسلیم کرلین کہ مسافر پر جمعہ آپ حضرات کے نزدیک بھی فرض نہین مگر جائز تو ضرور ہی پھر
باوجود جواز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بمقام عرفہ کیون ترک فرمایا۔ کوئی چیز ایسی جسکے
کرنے مین کثرت ثواب کا استحقاق ہوتا ہی بلا عذر صرف بخیال عدم وجوب ترک نہین کیجاتی
علی الخصوص ایسی حالت مین کہ شارع علیہ السّلام کی طرف سے جمعہ کی سخت تاکید ہو اور
ہزارون آدمیون کا مجمع بھی ہو خطبہ بھی پڑھا گیا ہو۔ پس اس سے صاف نکلتا ہی کہ بمقام
عرفہ ترک جمعہ کی وجہ مسافرت ہرگز نہین تھی اور خود معترض صاحب صفحہ ۳۲ مین لکھتے ہین
کہ جب حالت سفر مین آپ نماز بقرعید تک ترک نہین فرماتے تھے تو جمعہ بدرجہ اولی ترک
نہین فرماسکتے ہین کیونکہ نماز جمعہ نماز عیدین سے زیادہ موکد ہی انتہی۔ پس اس سے کماحقہ
ثابت ہی کہ بمقام عرفہ ترک جمعہ کی وجہ مسافرت ہرگز نہین ہوسکتی۔ اور اگر ہم تسلیم بھی کرلین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل مدینہ وغیرہم کے ترک جمعہ کی وجہ مسافرت تھی تو اہل مکہ
کے حق مین مسافرت وجہ ترک جمعہ نہین ہوسکتی۔ کیونکہ مکہ معظمہ سے میدان عرفات بارہ کوس
پر ہی پس اہل مکہ مسافر نہین ہوسکتے چنانچہ آثار ذیل اس امر پر دال ہین عن سالم بن
عبد اللہ عن ابیہ ان عمر بن الخطاب کان اذا قدم مکۃ صلی بھم رکعتین
ثم یقول یا اھل مکۃ اتموا صلوتکم فانا قوم سفر اخرجہ مالک فی الموطا
باسناد صحیح وعن عطاء عن ابن عباس انہ سال اتقصر الصلاۃ الی
عرفۃ قال لا ولکن الی عسفان والی جدۃ والی الطائف اخرجہ الشافعی وقال
الحافظ فی التلخیص اسنادہ صحیح۔ اب رہگئی دوسری شق یعنی نسک وجہ ترک
جمعہ تھے تو یہ بھی سراسر باطل ہی کیونکہ نماز جمعہ ادا کرنے سے نسک کی ادا مین کیا دقت

واقع ہوتی تھی جسکی وجہ سے نماز ظہر پڑھی گئی نہ نماز جمعہ۔ جماعت موجود قبل نماز خطبہ بھی پڑھا گیا۔ پھر نماز ظہر قصراً اور نماز جمعہ دونوں کی رکعتین برابر پھر بھی جمعہ مانع ادای نسک ہو اور ظہر مانع نہو اسکے کیا معنی۔ اسکے علاوہ اُسوقت کون سے نسک ادا کرنا تھے کہ وہ وجہ ترک جمعہ ہوسکتے ہین۔ خلاصہ یہ ہی کہ عرفہ مین نہ سفر وجہ ترک جمعہ ہوسکتا ہی نہ نسک! اب اسکو سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ صحرا ہونے کی وجہ سے وہان جمعہ جایز نہین۔ اسی لئے شاہ ولی اللہ مرحوم نے لکھا ہی کہ در حق اہل مکہ علت ہمی تواند شد الا بودن ایشان در صحرا۔ اب ان تمام تقریرون سے حضرات غیر مقلدین کا یہ دعوی کہ نماز جمعہ ہر جگہ واجب ہی ایسا باطل ہوجاتا ہی کہ عمر بھر ان کو اسکا داغ رہیگا۔ اب ہم تھوڑی دیر کے لئے معترض صاحب کی خاطر سے اس کو تسلیم کر لیتے ہین کہ عرفات مین نسک کی وجہ سے نماز جمعہ نہین پڑھی گئی مگر اسکے ساتھ ہی **اولاً** معترض صاحب کو یہ ماننا پڑیگا کہ عرفات مین نماز جمعہ فرض نہین پس حضرات غیر مقلدین کا یہ دعوی کہ عبد مملوک اور عورت اور صبی اور مریض کے سوا سب پر نماز جمعہ فرض ہی کالشمس فی نصف النہار باطل ہوگیا کیونکہ یہ پانچوان مستثنے ہی **ثانیاً** جب نسک وجہ ترک جمعہ ٹھہرینگے تو لازم آتا ہی کہ منا مین بھی بوجہ نسک معترض صاحب کے نزدیک جمعہ فرض نہو **قولہ** صلا مقام عرفات مین ترک جمعہ کی وجہ اگر صحرا ہی تو پھر کیا وجہ ہی کہ مولف کے یہان منا مین جمعہ فی الموسم درست ہوا الخ

اقول منا مین مکانات ہین چند کوچے بھی ہین حج کے زمانے مین وہان بازار قائم ہوجاتے ہین جنکی وجہ سے وہ بزمانہ حج مصر ہوجاتا ہی اور حکام موجود رہتے ہین اسوجہ سے جامع بھی ہوجاتا ہی بخلاف عرفات کے کہ وہان نہ ابنیہ ہین اور نہ وہان کوچہ و بازار قائم ہوتے ہین محض صحرا رہتا ہی فتح القدیر مین ہی قولہ ولہما انہا ای منی تتمصر فی الموسم لاجتماع من ینفذ الاحکام ویقیم الحدود والاسواق والسکک اور کبیری مین ہے

فان لها سککا ویصیر لها بالموسم اسواق اور درمختار مین ہو وجازت الجمعۃ بمنی فی الموسم فقط لوجود الخلیفۃ او امیر الحجاز او العراق او مکۃ لوجود الاسواق والسکک اور منا مین بزمانہ حج وجود اسواق کا ثبوت صحیح بخاری سے بھی ثابت ہو جسکو ہم آگے چلکے مباحث متعلقہ دلیل ہفتم کی بحث سابع مین انشاء اللہ تعالی لکھین گے قولہ جن ائمہ کے نزدیک منا مین جمعہ درست ہو انکے نزدیک بعض شروط مصر متحقق نہین اقول منا مین بزمانہ حج کل شروط مصر جامع پائے جاتے ہین قولہ اُن ائمہ نے جو جو قیدین حد مصر مین لگائی ہین وہ سب منا مین فی الموسم پائی نہین جاتین اقول چونکہ آپنے عوارض شہر کو ذاتیات شہر سے سمجھ لیا ہو اسوجہ سے یہ دھوکا ہوا۔ ذاتیات مصر صرف وجود ابنیہ وسکک واسواق ہین جیساکہ ہم آگے چلکے اسکو کما حقہ ثابت کرین گے اور وہ منا مین بزمانہ حج یقیناً پائے جاتے ہین قولہ چنانچہ خود مولف نے صفحہ ۹ مین مصر کی تعریف جو امام ابو حنیفہ سے نقل کی ہو اُس مین لہا رساتیق کی قید ہو یعنی اُس شہر کے علاقہ مین کچھ گاؤن ہون اقول لہا رساتیق عوارض شہر سے ہو نہ ذاتیات شہر سے۔ اس کے وجود وعدم کو مصریت مین کچھ دخل نہین چنانچہ علامہ عینی نے بنایہ شرح ہدایہ مین جو امام ابو حنیفہ سے مصر جامع کی تعریف نقل کی ہو اُس مین لہا رساتیق کی قید نہین۔ وہ لکھتے ہین وعن ابی حنیفۃ المصر کل بلدۃ فیہا سکک واسواق ووال ینصف المظلوم من ظالمہ وعالم یرجع الیہ فی الحوادث وہو الاصح ذکرہ فی المفید والتحفۃ قولہ اسی صفحہ مین مولف امام ابو یوسف سے مصر کی حدیون نقل کرتے ہین۔ الخ اقول مصر کی حد تو وہی ہو جس کو ہم اوپر لکھ آئے اُس مین ان ائمہ مین اختلاف نہین البتہ مصر جامع کی حد مین اختلاف ہو۔ امام ابو یوسف سے مصر جامع کی جو حدین منقول ہین

وہ بھی منا پر بزمانہ حج ضرور صادق ہیں جیسا کہ ہم مجملاً اوپر لکھ چکے اور تفصیلاً آیندہ لکھینگے
قولہ ص۱۲ تو عرفات مین بھی بموجودگی امیر الحجاز جمعہ درست ہونا چاہئے **اقول** بندۂ خدا
مصر اور مصر جامع مین عدم فرق کی وجہ سے آپ کو دھوکا ہو رہا ہی۔ ان دونوں کے مفہوم
مین جو فرق ہے اُسکو ہم آگے بیان کرینگے۔ بہرکیف منا کا مصر ہونا۔ امیر الحجاز وغیرہ کی وجہ سے
نہین ہی۔ بلکہ اسکی مصریت صرف وجود ابنیہ و سکک و اسواق سے ہی۔ البتہ امیر الحجاز وغیرہ
کی وجہ سے وہ جامع بھی ہو جاتا ہی۔ اور عرفات مین سکک و اسواق درکنار وہان وجود
ابنیہ تک نہین۔ پس وہ مصر تو درکنار قریہ تک نہین ہدایہ مین لکھا ہی ولا جمعۃ بعرفات
فی قولہم جمیعًا لانہا فضاء وبمنی ابنیۃ۔ اور در مختار مین ہی ولا بعرفات
لانہا مفازۃ شامی حاشیہ در مختار مین ہی ای بریۃ لا ابنیۃ فیہا۔ پس
معترض صاحب کے کل اعتراضات ہباءً منثورا ہوگئے۔

مباحث متعلقہ دلیل سوم

قولہ ص۱۳ یہ مطلب ہرگز نہین کہ کچھ لوگ ایک جمعہ کو آتے تھے اور کچھ لوگ دوسرے جمعہ کو۔ الخ
اقول حافظ ابن حجر نے ینتابون کی تفسیر فتح الباری مین یون کی ہی ای یحضرونہا
نوبا جس کو ذرا بھی علم ادب سے ممارست ہو وہ سمجھ سکتا ہی کہ یحضرونہا نوبا کے یہی
معنی ہین کہ بارے بارے لوگ وہان حاضر ہوتے تھے اور ینتابون کے یہی معنی
لینا ضرور ہی کیونکہ بعض روایات بخاری مین یتناوبون ہی چنانچہ حافظ ابن حجر نے
فتح الباری مین لکھا ہی وفی روایۃ یتناوبون اور معترض صاحب کو اسکا اقرار ہی کہ تناوب
کے معنے بارے بارے آنے کے ہین پس یہی معنے یہان ینتابون کے لینا ضرور ہی۔

قولہ ۱۲ بلکہ اسکا مطلب یہ ہی کہ وہ لوگ جسطرح ایک جمعہ کو آتے تھے اسی طرح دوسرے جمعہ کو
بھی آتے تھے وہلم جرا اقول یہ مطلب بالکل غلط ہے جیسا کہ ابن حجر کے قول سے ثابت ہی اور لطف یہ ہے
کہ معترض صاحب تو یون بیان کرتے ہین اور اِن کے بنارسی صاحب کسر العری مین صہ ۱۱
لکھتے ہین کہ انتیاب کے معنے پے درپے آنے کے ہین یعنی کچھ لوگ پہلے آئے کچھ بعد
دیکھئے ابطال حق مین کیا کیا غلط تاویلین کیجاتی ہین۔ اور مدینہ طیبہ کے عوالی وقری سے
سب مسلمانون کا جمعہ کو آنا عقلاً بھی باطل ہی کیونکہ حوالی مدینہ مین سیکڑون مسلمان رہتے
تھے اگر سب آتے تو مسجد نبوی مین گنجایش محال تھی قولہ صہ ۱۲ صراح مین ہی انتیاب پیاپے آمدن
یقال فلان انتیاب القوم ای اتاهم مرة بعد اخری وهو افتعال من
النوبة اقول سبحان اللہ صراح کی عبارت جو معترض کے سراسر خلاف ہی مفید مدعا
سمجھکر کس دلیری سے پیش کیجاتی ہی۔ صراح مین انتیاب کے معنے ہمیشہ آنے کے کہان
ہین جو مفید معترض ہو سکتے ہین بلکہ پیاپے آمدن سے صرف کثرت آمد و رفت مستفاد
ہوتی ہی۔ مرة بعد اخری کا بھی یہی مفہوم ہی قولہ صہ ۱۲ رہا استناد بقول حافظ ابن حجر سو یہ صحیح نہین
کیونکہ حافظ ابن حجر کی تقریر بنا بر روایت یتناوبون ہی الخ اقول علامہ قرطبی کا قول
بنا بر روایت ینتابون ہی۔ اسی کی گرفت حافظ نے کی ہو اگر ینتابون کے معنے یہ
ہوتے کہ سب لوگ جمعہ مین پے درپے آتے تھے تو وہ یہ کیون لکھتے لو کان واجبا
علی اهل العوالی ما تناوبوا ولکانوا یحضرون جمیعاً۔ حافظ ابن حجر کے
علاوہ بھی دوسرے محدثین نے ینتابون والی روایت سے خارج المصر کی نسبت
عدم وجوب جمعہ کا استدلال کیا ہی۔ علامہ شیخ محمد طاہر نے مجمع البحار مین لکھا ہی۔ وح
کان الناس ینتابون الجمعة من منازلهم لئه هو بفتح لحية ای یحضرونها

نوبا وفیہ انہ لایجب الجمعۃ علی من ھو خارج المصر والا یخرجون جمیعا
قولہ گو حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین لکھا ہو کہ ایک روایت مین یتناوبون بھی آیا
ہو لیکن یہ پتہ نہین دیا کہ فلان کتاب کی روایت مین یہ لفظ آیا ہو اقول اب تو معترض
صاحب زمین وآسمان کے قلابے ملانے لگے حافظ ابن حجر جو ائمہ اہل نقل سے ہین
انکی نسبت بھی ایسا کلام فرمانے لگے۔ بندہ خدا جب حافظ نے یہ لکھدیا کہ ایک روایت
مین یتناوبون آیا ہو تو یہ ضرور قابل تسلیم ہو کہ صحیح بخاری کے بعض نسخ مین بجای
ینتابون یتناوبون مروی ہو قولہ ہم نے جہانتک کتب حدیث کو دیکھا
سب مین ینتابون ہی پایا اقول آپ کی وسعت نظر کا حال تو خوب معلوم ہی
اور کتابون کو جانے دیجئے ذرا ایمان سے فرمایئے کہ رواۃ صحیح بخاری مین سے
کس کس کا نسخہ حضور کی نظر سے گزرا ہی۔ بہرکیف صرف حافظ ابن حجر نے یہ نہین لکھا بلکہ
اکثر شراح بخاری لکھتے ہین کہ ایک روایت مین یتناوبون آیا ہو قولہ بر تقدیر ثبوت
من منازلھم اسکا مزاحم ہو کیونکہ اس تقدیر پر یہ کہنا بھی پڑیگا کہ اہل مدینہ پر بھی نماز جمعہ فرض
نہ تھی کیونکہ جس طرح اس قول مین اہل عوالی کے آنے کی حکایت ہو اسی طرح اہل مدینہ کے
آنے کی بھی حکایت ہو بدلیل اسکے کہ منازل سے مراد یہان منازل مدینہ ہین اقول منازل سے
مراد منازل مدینہ ہرگز نہین کیونکہ فیاتون فی الغبار اسکا مزاحم ہو بلکہ منازل سے وہ قری
مراد ہین جو مدینہ کے قریب ہین چنانچہ علامہ قسطلانی نے لکھا ہو من منازلھم القریبۃ
من المدینۃ قولہ کیونکہ عوالی مین مدینہ کے اردگرد کی کل بستیان شامل ہو چکی ہین۔
اقول معترض صاحب کی یہ سخت غلطی فاش ہو کہ مدینہ کے اردگرد کی کل بستیون کو عوالی
مین داخل کرتے ہین۔ حافظ ابن حجر فتح الباری ج ۲ ص ۲۳ مین لکھتے ہین والعوالی عبارۃ عن

القری المجتمعة حول المدينة من جهة نجد هاداما کان من جهة تهامتها فیقال لها السافلة۔ اور علامہ قسطلانی نے شرح بخاری مین لکھا ہو العوالی جمع عالیة مواضع وقری شرقی المدینة۔ اور کوکب الدراری شرح بخاری مین ہو العوالی هو جمع العالية وهی مواضع وقری بقرب مدينة رسول الله صلى الله عليه وسلم من جهة المشرق من ميلين الى ثمانية اميال اور مجمع البحار مین ہے العوالی قری شرقی المدينة جمع عالية۔ ان اقوال سے کما حقہ ثابت ہو کہ عوالی مین وہی بستیان داخل ہین جو جانب نجد واقع ہین۔ اور جو بستیان جانب تہامہ واقع ہین اُن کو عوالی نہین کہتے **قولہ** صفحہ ثانیاً یہ بحث ہو کہ تصریحات فقہاء احناف مولف کے اس دعوے کے کہ اہل عوالی پر نماز جمعہ فرض نہ تھی مزاحم ہین الخ **اقول** ہم اوپر ثابت کر چکے کہ تحدید بمسافت محققین حنفیہ کے نزدیک قول غیر معتبر ہو۔ پس جو عوالی کہ معد لمصالح المصر نہ تھے وہان کے باشندون پر نماز جمعہ فرض نہ ہی اور معترض صاحب نے جو اقوال کہ تحدید بمسافت کے باب مین نقل کئے ہین وہ مرجوح وغیر معتبر ہین **قولہ** صفحہ اسکے علاوہ اگر اہل عوالی پر نماز جمعہ فرض نہوتی تو وہ لوگ کیون علی سبیل الالتزام ہر جمعہ کے لئے مدینہ آتے **اقول** ہم اوپر ثابت کر چکے کہ کل لوگ عوالی سے ہرگز نہین آتے تھے **قولہ** صفحہ لیکن اس سے شہر کے اردگرد کی بستیون مین جمعہ کا ہونا ممنوع نہین نکلتا الخ **اقول** جب یہ ثابت ہو گیا کہ مدینہ طیبہ مین سب اہل عوالی نہین آتے تھے اور مدینہ طیبہ کے سوا مدینہ کے عوالی وقری مین کہین نماز جمعہ نہین ہوتی تھی تو اس سے اتنا تو صاف صاف ثابت ہو گیا کہ اہل عوالی وقری پر نماز جمعہ فرض نہ تھی ورنہ سب کے سب حاضر ہوتے۔ رہگیا یہ امر کہ اُن مقامات مین نماز جمعہ ممنوع تھی وہ یون ثابت ہوتا ہو کہ اگر وہان نماز جمعہ جایز ہوتی تو جو لوگ جمعہ کے روز مدینہ طیبہ

مین حاضر نہین ہوتے تھے وہ بنظر حصول ثواب اپنی اپنی بستیون مین نماز جمعہ ضرور پڑھ لیتے
قولہ ورنہ اس سے مدینہ طیبہ کے دیگر مساجد مین بھی جمعہ کا ہونا ممنوع نکلے گا **اقول** چونکہ
مدینہ کے سب مکلفین مسجد نبوی مین حاضر ہوجاتے تھے اس سبب سے دیگر مساجد مدینہ مین
نماز جمعہ قائم نہونے سے یہ نہین نکلتا کہ وہان نماز جمعہ ممنوع تھی۔ بخلاف عوالی وقری
کہ وہان کے لوگ مدینہ مین سب حاضر نہین ہوتے تھے پھر بھی اپنی اپنی بستیون مین نماز جمعہ
قائم نہین کی **قولہ** پھر کیا وجہ ہو کہ مولف کے یہان ایک شہر مین دو جگہ جمعہ جائز کہا گیا حالانکہ
امام بیہقی کے قول منقولہ بالا سے یہ امر بھی واضح ہو کہ آپ کے زمانہ مین سوائے مسجد نبوی کے
کسی دوسری مسجد مین جمعہ نہین ہوتا تھا **اقول** ہم اوپر لکھ چکے کہ مکلفین مدینہ سب کے
سب مسجد نبوی مین اگر نماز جمعہ پڑھتے تھے۔ اور چونکہ سب لوگون کی گنجایش مسجد نبوی مین
ہوجاتی تھی اسوجہ سے دوسرے مساجد مدینہ مین جمعہ قائم نہوا۔ اور اگر مدینہ طیبہ بہت بڑا
شہر ہوتا اور مسجد نبوی مین انکی گنجایش نہوتی تو مدینہ طیبہ کی کسی دوسری مسجد مین بھی نماز جمعہ
قائم ہوجاتی۔ پس دوسرے مساجد مدینہ مین نماز جمعہ قائم نہونے سے یہ ہرگز نہین نکلتا کہ شہرون
مین تعدد نماز جمعہ ممتنع ہو۔ بخلاف اہل عوالی وقری کہ مدینہ مین سب کے سب آتے بھی نہین تھے
پھر بھی اُن لوگون نے اپنے مواضعات مین جمعہ قائم نہین کیا۔ جس سے یہ ضرور نکلتا ہو کہ
اُن کو اپنے یہان جمعہ قائم کرنا درست نہین تھا۔ ہان اگر مسجد نبوی مین جمعہ کے روز
ادن نمازیون کی گنجایش نہوتی جسکی وجہ سے کچھ لوگ پھر جاتے پھر بھی کسی دوسری مسجد مدینہ
مین جمعہ قائم نہوتا تو اس سے ایک شہر مین تعدد جمعہ ضرور ممتنع نکلتا۔ خلاصہ یہ ہو کہ امام بیہقی کے
قول سے وہ نتیجہ جو معترض صاحب نے نکالا ہو ہرگز صحیح نہین اور ایک شہر مین تعدد نماز جمعہ کا جواز
حضرت علی کے اس اثر سے ثابت ہو مولانا بحر العلوم نے رسائل الارکان مین لکھا ہو ولنا

ماصح عن امیرالمومنین علی رض انہ امر بتعدد الجمعۃ وھذا الاثر صحیح صحیحہ ابن تیمیۃ فی منہاج السنۃ انتھی کلامہ **قولہ** اسکے علاوہ اہلحدیث یہ نہین کہتے کہ خواہ مخواہ حوالی شہر مین بھی جمعہ کا قائم کرنا واجب ہی بلکہ وہ یہ کہتے ہین کہ اگر وے لوگ شہر مین اگر جمعہ پڑھین تو بہتر ہی **اقول** معترض صاحب نے اعتراضات کی بھرمار کی وجہ سے اتنا کہدیا ورنہ آجتک کسی غیر مقلد نے یہ نہین لکھا کہ حوالی شہر والے اہل قری کو شہر مین اگر جمعہ پڑھنا بہتر ہی اور اگر ہم تسلیم بھی کرلین کہ اُنکا یہ مذہب ہی تو یقولون مالا یفعلون کے مصداق ہین زبان سے جو کچھ کہتے ہون مگر انکی عملی کارروائی اسکے بالکل خلاف ہی زمانہ اپنی آنکھون سے دیکھ رہا ہی کہ جن حضرات غیر مقلدین کے قریہ مین ان کی مسجد موجود ہی کبھی وہ بالقصد شہر مین اگر جمعہ وعیدین ادا نہین کرتے۔ اور باوجودیکہ اُن مین علما بھی ہین بے تکلف اپنے قریہ ہی مین جمعہ وعیدین پڑھا کرتے ہین۔ اللہ اللہ آمین بالجہر ورفع الیدین پر تو اسقدر اصرار اور جمعہ کے باب مین اسقدر تساہل کہ سارا دعوای اتباع سنت بالائے طاق ع ببین تفاوت رہ از کجاست تابکجا بہرکیف معترض صاحب نے جو بعض مواقع مین اولویت کا اقرار فرمایا اس سے اُن کی برات کیونکر ہوسکتی ہی **قولہ** مولف نے دیباچہ مین اہلحدیث کو غیر مقلد کے لقب سے یاد کیا ہی الخ **اقول** اگر آپ حضرات اس لقب سے خوش نہین تو ہنوز مولف کے نزدیک اس سے بڑھکر کوئی مناسب لقب جسمین کسی قسم کا سب وشتم نہین ہی دوسرا نہین ہی۔ پھر اس لقب سے نفرت اور چڑ کیون ہی۔ اور آپ حضرات نے جو اپنا لقب اہلحدیث رکھا ہی۔ وہ مصداق ع برعکس نہند نام زنگی کافور ہی اسکے علاوہ اس لقب سے یاد کرنے مین جو پہلو نکلتا ہی وہ ظاہر ہی۔ میرے پیارے دوست آپ حضرات کو مولف کا شکریہ ادا کرنا چاہیے

کر دہابی و لامذہب ایسے القاب استعمال نہین کرتا۔ ورنہ بہتیرے حنفیہ تو آپ حضرات کو کیا کچھ لکھ جاتے ہین۔ تعجب ہو کہ شکریہ کے عوض مین آپ نے الٹی شکایت تحریر فرمائی **قولہ** باقی مولف نے جو صفحہ محولہ کے حاشیہ پر قبل عبارت منقولہ بالا امام رافعی کا یہ قول نقل کیا ہے قبائل العرب کانوا مقیمین حول المدینة وما کانوا یصلون الجمعة ولا امرھم النبی صلے اللہ علیہ وسلم بھا اھ سو اسکا کیا مطلب ہو الخ **اقول** جس کو ذرا بھی علم ادب سے ممارست ہو وہ سیاق عبارت سے سمجھ سکتا ہو کہ اس قول کا مطلب یہی ہو کہ قبائل عرب جو مدینہ کے گرد رہتے تھے انکی ایک جماعت علی سبیل الالتزام نماز جمعہ پڑھتے ہی نہ تھی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اس امر کا حکم کیا کہ تم مدینہ مین اگر نہین آتے تو اپنے ہی یہان جمعہ پڑھ لیا کرو۔ پس حسب تقریر بالا اس سے نکلا کہ اُن لوگون کو اپنے قریٰ مین نماز جمعہ قائم کرنا درست نہ تھا۔

مباحث متعلقہ دلیل چہارم

قول حضرت عثمان رضی کا عنوان بیان صاف اس بات پر دال ہو کہ اُنھون نے اجتماع عیدین کی وجہ سے ان اہل عالیہ کو گھر جانے کی اجازت دی کیونکہ اجتماع عیدین اُن کے نزدیک مسقط جمعہ ہو **اقول** اگر حضرت عثمان رضی کے نزدیک اجتماع عیدین مسقط جمعہ ہوتا تو فمن احب من اھل العالیة کیونکہ کہتے۔ اہل عالیہ کی تخصیص کیسی بلکہ فمن احب منکم فرماتے کہ اہل مدینہ بھی شامل ہو جاتے غرضکہ صرف اہل عالیہ کو گھر واپس جانے کی اجازت دینے سے صاف ثابت ہو کہ چونکہ خارج المصر ہونے سے اُن پر جمعہ فرض نہ تھا اسوجہ سے ان کو اجازت دیدی۔ یہی وجہ ہو کہ موطا مین اس اثر کو باب لا جمعة

فی العوالی کے تحت مین لکھا ہو قولہ صریح اسبات پر دال ہو اقول حضرت عثمان رض کا قول قد اجتمع لکم فی یومکم ھذا عیدان الخ ہرگز اس پر دال نہین کہ اجتماع عیدین اُن کے نزدیک مسقط جمعہ ہو بلکہ اس پر دال ہو کہ نماز جمعہ پڑھنے کی علت غائی جو اجتماع الناس ہو وہ تو نماز عید سے حاصل ہو چکی اور اہل عالیہ پر نماز جمعہ فرض بھی نہین پس زیادہ انتظار کی مشقت اُٹھانے کی ضرورت نہین۔ جسکا جی چاہے رہے جسکا جی چاہے گھر واپس چلا جاے

مباحث متعلقہ دلیل پنجم

قولہ اس اثر کا یہ مطلب ہرگز نہین کہ حضرت انس رض نماز جمعہ مقام زاویہ مین کبھی پڑھتے اور کبھی نہین پڑھتے اقول مولف نے اس اثر کا یہ مطلب لکھا کب ہو جو آپ اُس کی نفی کرنے لگے مولف نے تو اُسکا مطلب یہ بیان کیا ہو کہ جب وہ زاویہ مین رہتے تھے تو جمعہ نہین پڑھتے تھے۔ معترض صاحب سے اظہار مدعا مین یقیناً چوک ہوئی ہو۔ (مقام زاویہ مین) اتنا لفظ یقیناً بے محل ہو قولہ بلکہ اس اثر کا یہ مطلب ہو کہ حضرت انس رض کبھی نماز جمعہ مقام زاویہ مین پڑھتے تھے اور کبھی مقام زاویہ مین نہین پڑھتے تھے بلکہ بصرہ مین آکر پڑھتے تھے اقول اس اثر مین جو احیانا یجمع واحیانا لا یجمع ہو اسکا مطلب صرف اسقدر ہو کہ کبھی وہ جمعہ پڑھتے تھے اور کبھی نہین۔ اب رہا یہ امر کہ کہان وہ جمعہ پڑھتے تھے بظاہر یہ بھی احتمال ہو کہ زاویہ مین پڑھتے تھے اور یہ بھی محتمل ہو کہ بصرہ مین آکر پڑھتے تھے۔ چونکہ دونون احتمال ہین لہذا پہلے حافظ ابن حجر نے کہا قولہ یجمع ای یصلی بمن معہ او یشھد الجمعۃ بالبصرۃ مگر پہلا احتمال دوسری روایت ملانے سے مدفوع ہو جاتا ہو اور احتمال ثانی کو ترجیح ہو جاتی ہو چنانچہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین لکھا ہو ھذا وصلہ ابن ابی شیبہ

من وجه آخر عن انس انه کان یشهد الجمعة من الزاویة وهی علی فرسخین
من البصرة وهذا یرد علی من زعم ان الزاویة موضع بالمدینة النبویة
کان فیه قصر لانس علی فرسخین منها ویرجح الاحتمال الثانی ۔ دیکھیے آخر حافظ
ابن حجر نے احتمال ثانی کو راجح قرار دیا ۔ پس اس تقدیر پر احیانا یجمع کا مطلب یہی ہوا
کہ وہ بعض اوقات بصرہ مین اکر جمعہ پڑھتے تھے پس احیانا لا یجمع کا مطلب یہی کہنا
پڑیگا کہ وہ بعض اوقات جمعہ پڑھتے ہی نہین تھے یعنی جب بصرہ نہین آتے تھے ۔ اور
زاویہ مین رہجاتے تھے تو جمعہ ترک کردیتے تھے خلاصہ یہ کہ جب پہلے جملہ کا مطلب بوجہ روایت
دیگر متعین ہوگیا کہ وہ بعض اوقات جمعہ بصرہ مین آکر پڑھتے تھے تو جملہ ثانیہ کا مطلب
یہ ہو نہین سکتا کہ بعض اوقات زاویہ مین نہین پڑھتے تھے بلکہ بصرہ مین آکر پڑھتے تھے ۔
کیونکہ اس تقدیر پر دونون جملون کا مآل ایک ہی ہوجاتا ہے ۔ پس مولف نے جو یہ لکھا ہے کہ اس
اثر سے بھی ثابت ہے کہ حضرت انس رض کے نزدیک قریہ مین نماز جمعہ فرض نہ تھی بہت صحیح لکھا ہے
اور اسی مطلب کے قریب قریب علامہ قسطلانی نے بھی لکھا ہے کہ فکان انس یری ان التجمیع
لیس یحتم لبعد المسافة **قولہ** علامہ عینی عمدة القاری ص۲۷۰ ج۳ مین لکھتے ہین قولہ
یجمع بضم الیاء وتشدید المیم ای یصلی الجمعة بمن معه او یشهد الجمعة
بجامع البصرة **اقول** معترض صاحب نے دعوے تو یہ کیا کہ یجمع کا مطلب یہ ہے کہ
زاویہ مین نماز جمعہ پڑھتے تھے اور دوسرے احتمال راجح کو نظر انداز کردیا اور تائید مین ایسا
قول پیش کیا جس مین دونون احتمالات مذکور ہین ۔ بہرکیف ہم اوپر ثابت کرچکے کہ احتمال
اول مرجوح ہے اور راجح وہی احتمال ثانی ہے **قولہ** اسکے علاوہ نماز عید کی بابت حضرت
انس رض کا یہ فعل ہے صحیح بخاری مین ہے وامر انس بن مالک الخ ص۱۳۴ ج۱ **اقول** یہ اثر ضعیف ہے

امام بخاری نے اسکو بلا سند تعلیقاً روایت کیا ہے۔ اور جن طرق سے کہ موصول مروی ہے وہ ضعیف
ہین۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری صفحہ ۳۹۵ ج ۱ مین لکھا ہے وھذا الاثر وصلہ ابن ابی شیبة عن
ابن علیة عن یونس ھو ابن عبید حدثنی بعض آل انس ان انساً کان
ربما جمع اھلہ وحشمہ یوم العید فیصلی بھم عبد اللہ بن ابی عتبة مولاہ
رکعتین والمراد بالبعض المذکور عبد اللہ بن ابی بکر بن انس روی البیھقی
من طریقہ قال کان انس اذا فاتتہ العید مع الامام جمع اھلہ فصلی بھم
مثل صلاة الامام فی العید۔ دیکھو ابن ابی شیبہ نے جو اسکو موصول کیا ہے اُس کی
سند مین بعض آل انس رض ہے جو مجہول ہے۔ رہگیا یہ امر کہ حافظ نے جو یہ لکھا کہ اُس سے مراد عبد اللہ بن
ابی بکر بن انس ہین تو اس امر مین اُن کا استدلال بیہقی کی روایت سے ہے۔ اب دیکھو کہ
بیہقی نے اسکو کس سند سے روایت کیا ہے۔ علامہ عینی نے عمدة القاری صفحہ ۴۲۰ ج ۳ مین لکھا ہے۔
قال البیھقی فی السنن اخبرنا ابو الحسن الفقیہ وابو الحسن بن ابی سعید الاسفرائنی
حدثنا ابن سھل بشر بن احمد حدثنا حمزة بن محمد الکاتب
حدثنا نعیم بن حماد حدثنا ھشیم عن عبد اللہ بن ابی بکر بن انس بن
مالک قال کان انس بن مالک اذا فاتتہ صلاة العید مع الامام جمع اھلہ
یصلی بھم مثل صلاة الامام فی العید اس روایت مین ایک ہشیم ہین جو
کثیر التدلیس ہین۔ اور عنعنہ مدلس کا مقبول نہین۔ دوسرے نعیم بن حماد ہین جن کی نسبت الجوہر النقی
مین لکھا ہے فی سندہ نعیم بن حماد قال النسائی لیس بثقة وقال الدارقطنی کثیر الوھم
وقال ابو الفتح الازدی وابن عدی قالوا کان یضع الحدیث فی تقویة السنة
وحکایات مزورة فی ثلب ابی حنیفة کلھا کذب انتہی اور حافظ ذہبی نے

میزان مین لکھا ہے لین فی حدیثہ اور تذکرۃ الحفاظ مین لکھا ہے ولا یحتج بہ اور حافظ
ابن حجر نے تقریب مین لکھا ہے صدوق یخطی کثیرًا۔ خلاصہ یہ کہ اثر انس کو امام بخاری نے
بلا سند نقل کیا ہے اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے جو سند کے ساتھ نقل کیا تو اسمین بعض
آل انس ہے جو مجہول ہے۔ اور یہ جہالت بیہقی کی روایت سے جو رفع ہوتی ہے تو اُس مین
دو راوی مجروح ہین اسکے علاوہ عبد اللہ بن ابی بکر بن انس کی توثیق کتب رجال مین
پائی نہین جاتی۔ البتہ عبید اللہ بن ابی بکر بن انس ثقات سے ہین۔ اور اگر یہ کہیے کہ
عبید اللہ کے عوض عبد اللہ سہو کاتب ہے۔ صحیح عبید اللہ ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ حافظ
نے بھی عبد اللہ لکھا ہے۔ بیہقی کی سند جو عینی نے نقل کی ہے اُسمین بھی عبد اللہ ہے۔
الجوہر النقی مین بھی بحوالہ بیہقی عبد اللہ لکھا ہے۔ البتہ علامہ عینی نے بعض آل انس کے تحت مین
المراد عبید اللہ بن ابی بکر بن انس لکھا ہے۔ مگر جب کئی کتابون مین عبد اللہ لکھا
ہے تو کیونکر تسلیم کیا جاے کہ بیہقی کی سند مین عبید اللہ ہے نہ عبد اللہ۔ بہرکیف
اثر انس ضعیف ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ کل تعلیقات بخاری صحیح ہین تو یہ امر قابل تسلیم نہین
کیونکہ صحیح بخاری کے تعلیقات کے بعض رجال ضعیف بھی ہین چنانچہ حافظ ابن حجر نے
مقدمہ فتح الباری مین لکھا ہے ابراہیم بن اسمٰعیل بن مجمع الانصاری ضعیف
عندھم علق لہ موضعا واحدًا۔ اور تقریب مین ان کی نسبت لکھا ہے ضعیف
اب ہم کہتے ہین کہ اگر یہ اثر صحیح تسلیم کر لیا جاے تو معارض ہے حضرت علیؓ کے اس
اثر صحیح سے کہ لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع تشریق کے معنے صلوۃ العید کے ہین
جیسا کہ آگے اسکی تحقیق آئیگی۔ اور چونکہ حضرت انسؓ کے اعتبار سے حضرت علیؓ کو زیادہ
شرف صحبت حاصل تھا اور فقہ و اجتہاد اور علم بالسنۃ مین ان کا درجہ اُن سے بڑھا ہوا تھا

صفحہ ۲۰ جزء ۳

اسوجہ سے حضرت علی کے اثر کو ترجیح ہوگی **قولہ** اور نیز عمدۃ القاری مین بحوالہ بیہقی یہ منقول ہے
عن انس الخ **اقول** عمدۃ القاری مین بعد نقل روایت مذکورہ بالا یون لکھا ہی قال ویذکر
عن انس الخ اس سے یہ ثابت ہی کہ بیہقی نے اس اثر کو بلا سند نقل کیا ہی۔ معترض صاحب نے
اس خیال سے کہ اسکا ضعف ظاہر نہو ویذکر کے لفظ کو حذف کر کے لکھا کہ ناظرین
یہ سمجھین کہ بیہقی نے اسکو سند کے ساتھ روایت کیا ہوگا۔ ہم معترض صاحب کی دیانت کی نسبت
کیا لکھین ناظرین خود فیصلہ کرلین **قولہ** اور مولف کے یہان اس باب مین جمعہ وعیدین
کا ایک حکم ہی الخ **اقول** بیشک حنفیہ کے نزدیک اس امر مین جمعہ وعیدین یکسان ہین
اور بیشک روایۃً ودرایۃً یہی ثابت ہوتا ہی کہ نماز عیدین بھی قری مین جائز نہین۔ مگر آپ تو فرماتے ہین
کہ آپکے پاس صلوٰۃ العید فی القری کی دلیل کیا ہی جمعہ کے بارے مین تو ٹوٹی پھوٹی کچھ دلیلین بھی
آپ حضرات پیش کرتے ہین صلوٰۃ العید کے بارے مین تو بفضلہ تعالیٰ مطلع صاف ہے نہ
انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی قریہ مین عید پڑھنا ثابت نہ اذن نبوی ثابت نہ زمانہ نبوی مین
کسی کا عید قریہ مین پڑھنا ثابت اور نہ بعد زمانہ نبوی کسی صحابی کا بسند صحیح قریہ مین عید
پڑھنا ثابت پھر خواہ مخواہ آپ حضرات قری مین نماز عید پڑھنے کا کیون فتوی دیتے ہین
کیا انصاف ہی کہ بیس رکعات تراویح تو بدعت عمری کہلائے اور اذان اول جمعہ بدعت
عثمانی قرار دیجائے اور صلوٰۃ العید فی القری بدعت نہو۔ رہا استناد باثر انس رض اسکی نسبت
ہم ثابت کر چکے کہ اسکی سند ضعیف ہی۔ اور اثر علی رض کے معارض ہی اسکے علاوہ اثر انس رض
سے جسکو بیہقی نے روایت کیا ہی یہ ثابت ہوتا ہی کہ وہ زاویہ مین اسوقت نماز عید پڑھتے تھے
کہ اُن کو امام کے ساتھ نماز عید نہین ملتی تھی۔ غرضکہ اگر اثر انس رض کو صحیح بھی تسلیم کرلین۔ اور
معارضہ کا بھی کچھ خیال نہ کیا جائے پھر بھی یہ اثر آپ حضرات کی عملی کارروائی کے خلاف ہی۔

مباحث متعلقہ دلیل ششم

قولہ یہ روایت موقوف ہے مرفوع نہین **اقول** بیشک موقوف ہے مگر کیا موقوف سے استدلال درست نہین اگر درست نہین ہے تو آپنے اثر انس رضہ کو کیون معرض استدلال مین پیش کیا ہے **قولہ** اخبار مرفوعہ و آثار موقوفہ جو آیندہ مذکور ہون گے وہ سب اسکے معارض ہین۔ **اقول** جن روایات کو معترض صاحب اسکے معارض سمجھتے ہین اُن مین بعض تو صحیح الاسناد نہین اور بعض جو صحیح الاسناد ہین ان مین دفع تعارض بآسانی ممکن ہے کما سیجی **قولہ** یہ اثر خود مولف کے بھی خلاف ہے الخ **اقول** اس اثر ابن عمر رضہ سے دو امر مستفاد ہوتے ہین ایک یہ کہ جو شخص نماز جمعہ پڑھکر شام تک گھر واپس آسکتا ہے اُسپر نماز جمعہ واجب ہے دوسرا یہ کہ جو شخص کہ شہر سے دور رہتا ہے کہ نماز پڑھکر شام تک گھر واپس نہین آسکتا اُسپر جمعہ واجب نہین۔ امر ثانی جو مبطل دعوی انکنہ ہے اُس سے استدلال اس وجہ سے درست ہے کہ کوئی روایت صحیحہ اسکے معارض نہین۔ اور امر اول مین چونکہ مظنۂ اجتہاد ہے کہ فنائے مصر کی حد ابن عمر کی نزدیک یہ ہو کہ جہان کے لوگ جمعہ پڑھکر شام تک گھر واپس آسکتے ہون جیسا کہ بعض فقہا کا مذہب ہے۔ چونکہ یہ امر حضرت عائشہ رضہ کی ینتابون والی روایت کے معارض ہے اسوجہ سے قابل استدلال نہین۔ پس جو امر کہ قابل استدلال تھا مولف نے اُس کو معرض استدلال مین پیش کیا اور جو امر کہ بوجہ تعارض و احتمال حظا فی الاجتہاد قابل استدلال نہ تھا اُس کو نظر انداز کیا۔ اور مولف ہی پر کچھ موقوف نہین۔ ایسے مواقع مین تمام محدثین و مجتہدین و فقہا و اہل علم کا یہی طریقہ ہے

کما لا یخفی علی الماہرین

مباحث متعلقہ دلیل ہفتم

قولہ صفحہ اولاً بحث اس دلیل پر ہو کہ یہ روایت مرفوع نہین بلکہ حضرت علی رض کا قول ہو اقول
چونکہ اصول حدیث مین یہ ثابت ہو کہ قول صحابی جو مالا یعقل بالرای سے ہوتا ہو وہ
معنًی مرفوع ہوتا ہو لہذا یہ قول علی رض جو اسی قبیل سے ہو گویا قول نبوی ہو قولہ صفحہ اور کسی امر کا فرض ہونا
صحابہ کے قول سے ثابت نہین ہوتا مجمع الانہر صفحہ ۱۰۹ ج ۱ مین بعد نقل اس قول کے یہ مرقوم ہو لکن ھذا
مشکل جدًّا لان الشرط الذی ھو فرض لا یثبت الا بقطعی اھ اقول یہ
یہ اعتراض ہی مہمل ہو کیونکہ شرط مصر کو فرض کس نے کہا ہو۔ جس کے لئے نص قطعی کی ضرورت ہو
البتہ نماز جمعہ کے لئے شرط مصر عند الحنفیہ واجب ہو جسکے لئے خبر احاد کافی ہو۔ اگر صاحب
مجمع الانہر کے نزدیک شرط مصر فرض ہو تو ان پر یہ اشکال وارد ہوتا ہو۔ جو لوگ کہ اسکی فرضیت
کے قائل نہین بلکہ وجوب کے قائل ہین ان پر یہ اشکال کیون وارد ہونے لگا تعجب ہو کہ باوجودیکہ
صاحب مجمع الانہر کا قول صریح غلط ہو کہ شرط مصر کو فرض کہدیا ہو مگر بھی معترض صاحب نے اپنے
قول کی تائید مین پیش کردیا۔ قولہ صفحہ ثانیاً یہ بحث ہو کہ اس روایت سے استدلال اسوقت
تلک صحیح نہین ہو سکتا جب تک کہ مصر جامع کی تعریف بھی حضرت علی رض سے منقول نہو الخ
اقول معترض صاحب کی اس تقریر سے لازم آتا ہو کہ حدیث قلتین بھی معترض کے
نزدیک قابل استدلال نہو کیونکہ قلہ کے معنون مین اختلاف ہو۔ پس جب تک قلہ کے معنے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہون گے مولف اور ان کے ہم مشرب حضرات کا
استدلال کیونکر صحیح ہو سکتا ہو۔ اسی طرح جتنے الفاظ کثیر المعنے ہین اور ان کی تفسیر مین اختلاف
ہو جب تک خاص قائل سے تعین معنے ثابت نہو جائے تو بنا بر تقریر معترض ان سے

کچھ استدلال صحیح نہوگا **قولہ** صفحہ۱ دیکھئے صث مین مولف نے ہدایہ سے مصر جامع کی یہ تعریف نقل کی ہی
والمصر الجامع کل موضع لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود الخ۔
اقول اس تعریف مین لفظ موضع سے عام مقام مراد نہین کہ وجود ابنیہ وغیرہ ہو یا نہو کیونکہ صحرا
مین جیسے میدان عرفات اگر امیر وقاضی پائے جائین گے تو وہ ہرگز مصر جامع نہین ہو سکتا۔ بلکہ
موضع سے مراد وہ مقام ہے جہان وجود ابنیہ وسکک واسواق ہو۔ کیونکہ یہ مصر جامع کی تعریف کی ہے
موضع سے مراد مصر ہے اور لہ امیر الخ جامع کی تعریف ہی۔ اور اگر بالفرض موضع سے عام
مقام مراد ہی تو لہ امیر وقاض سے مراد یہ ہی کہ وہان محکمہ امارت وقضا ہو۔ اور جہان کہین
کہ محکمۂ امارت وقضا رہتا ہو وہ شہر ضرور ہوتا ہی پس معترض صاحب کا یہ فرمانا کہ ممکن ہی کہ
حضرت علیؓ کے نزدیک بھی ایسا مقام قریہ ہی باقی رہے۔ محض غلط فہمی ہی کیونکہ جہان محکمہ
امارت وقضا ہوگا وہان کوچہ وبازار ضرور ہوگا۔ بلکہ وہ خاصہ اچھا شہر ہوگا اُسکے شہر ہونے سے
کوئی انکار نہین کرسکتا **قولہ** صفحہ۱۹ حالانکہ عطار کے نزدیک یہ قریہ جامع کی تعریف ہی نہ کہ مصر جامع کی الخ
اقول مین نے جو صاحب ہدایہ کے قول کا مطلب بیان کیا اُس سے کماحقہ ثابت ہی کہ ایسا
مقام عطار کیا تمام عالم کے نزدیک مصر ہی ہوگا۔ اور عطار سے جو قریہ جامعہ کی یہ تعریف منقول ہے
ذات الجماعۃ والامیر والقاضی والدور المجتمعۃ الاخذ بعضہا بعضا
مثل جدۃ تو یہ تعریف بھی مصریت کو لازم ہی کیونکہ ہم اوپر کہہ چکے کہ محکمہ امارت وقضا کو مصریت
لازم ہی پس ایسے مقام کو قریہ جامعہ سے تعبیر کرو یا مصر جامع سے حقیقت مین شہر ضرور ہوگا۔ اور
مثل جدۃ کہنے سے اسکی مصریت اور بھی ظاہر ہوگئی۔ کیونکہ جدہ شہر ہی صراح مین ہی جدہ نام
شہرے پس کماحقہ ثابت ہوگیا کہ عطار کے قول مین جو قریہ جامعہ کا لفظ آیا ہی تو قریہ سے معنی لغوی
مراد ہین ہمین معترض صاحب سخت تعجب ہی کہ جہان قریہ کا اطلاق کسی مقام پر پاتے ہین اسکو

غیر مصر سمجھنے لگتے ہین۔ مکہ طائف انطاکیہ وغیرہ پر قریہ کا اطلاق آیا ہے۔ ہم نہین سمجھتے کہ کیا اُن شہرونکو بھی غیر مصر قرار دین گے۔ **قولہ**[19] اور یہ تو کوئی کہہ نہین سکتا کہ عطار کے نزدیک قریہ جامعہ اور مصر جامع ایک شے ہے اسواسطے کہ عطار کے نزدیک اگر یہ دونون ایک ہوتے تو مثال مین صرف جدہ ہی پر اقتصار نفرماتے بلکہ مکہ کو بھی ذکر فرماتے الخ **اقول** کیا معقول دلیل ارشاد ہوئی ہے کہ صرف جدہ پر اقتصار نفرماتے۔ حضرت یہ بھی فرمایئے کہ بلکہ طائف و یمن دکوفہ و بصرہ وغیرہ کو بھی ذکر فرماتے حضرت یہ تو فرمایئے کہ جدہ شہر ہے یا قریہ۔ **قولہ** حالانکہ عطار کے نزدیک مصر جامع اور چیز ہے اور قریہ جامعہ اور چیز **اقول** ذرا یہ بھی ارشاد ہو کہ اُن کے نزدیک مصر جامع کسکو کہتے ہین اور قریہ جامعہ کیا ہے۔ اور مصر اور مصر جامع اور قریہ اور قریہ جامعہ مین کیا فرق ہے **قولہ** الحاصل مولف کا استدلال اس اثر سے اُسیوقت درست ہو سکتا ہے جبکہ مولف پہلے مصر جامع کی تعریف حضرت علی رض سے نقل کرین الخ **اقول** اسکی تو کوئی ضرورت نہین کہ حضرت علی رض ہی سے تعریف مصر جامع منقول ہو مجتہدین نے مصر جامع کی جو تعریفین کی ہین اُن مین سے کوئی تعریف اختیار کر لینا عمل کے لئے کافی ہے ہان اگر حضرت علی رض سے مصر جامع کی کوئی تعریف منقول ہوتی تو البتہ اثر علی رض سے مصر جامع کے شرط جمعہ ہونے پر استدلال کرنا۔ اور مصر جامع کی کوئی دوسری تعریف اختیار کرنا ٹھیک نہوتا۔ اور جب اُن سے منقول نہین ہے تو اپنے کسی مجتہد کے تفسیر اختیار کرنے مین کوئی مضائقہ نہین۔ مگر اتنا خیال رہے کہ جامع کی تفسیر مین جسکا قول چاہئے اختیار کیجئے۔ مگر مصر ہونے کی قید ضرور ہے کیونکہ حضرت علی رض نے مصر جامع کہا ہے۔ ایک تو مصر ہونا چاہئے اور دوسرے جامع۔ ہم اس بحث کو آگے چلکے انشاء اللہ تعالیٰ مفصلاً بیان کرینگے۔ **قولہ** ثالثاً یہ بحث ہے کہ کتب حنفیہ مین یہ مصرح ہے کہ علاوہ امام دو یا تین آدمی سے بھی جمعہ ہو جاتا ہے اور جب حنفیہ کے نزدیک صرف اتنے آدمیون سے جمعہ ہو جاتا ہے تو پھر مصر جامع کی شرط سے فائدہ ہی کیا ہے۔ **اقول** شرط

مصر سے وہی فائدہ ہی جس کو ہم **مقدمہ** مین بیان کر آئے۔ اب ہم پوچھتے ہین کہ نماز جمعہ جس
غرض سے ہی اگر کثرت جماعت و شوکت اسلامی مقصود ہی تو پھر حضرات غیر مقلدین کے نزدیک جمعہ
دو آدمیون سے کیون ہوجاتا ہی اور جب اتنے آدمیون سے جمعہ ہوجاتا ہی تو ظہر کے بدلے جمعہ سے
کیا فائدہ۔ اسی طرح جب منفرد کی نماز پنجگانہ ہوجاتی ہی تو پھر جماعت کی تاکید سے کیا فایدہ۔
معترض جناکے ایسے ایسے اعتراضات سے ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ انہین کہان تک علم و فہم کا مادہ ہے۔

قولہ اسواسطے کہ مصر جامع کی شرط تو اسی غرض سے نہ ہی کہ اگر مصلی لوگ فوجداری کرین تو حاکم اُن کو روکے الخ **اقول** حضو نے کس کتاب مین دیکھا ہی کہ مصر جامع کی شرط اس غرض سے ہی۔ ذرا ارشاد ہو
اور جب باستثناے چند اصناف جمعہ تمام اہل شہر پر فرض ہی اور جمعہ جامع الجماعات ہی تو بیشتر
نماز پنجگانہ سے ضرور اسکی جماعت زیادہ ہوگی۔ ہان کسی عذر کی وجہ سے احیاناً یہ ممکن ہی کہ بہت ہی قلیل
آدمی مجتمع ہون ایسی حالت مین اگر تین یا چار شخص بھی ہون تو اُن کو لازم ہی کہ جمعہ پڑھ لین۔ غرضکہ ایسی
شرط قرار پانا کہ جمعہ جامع الجماعات ہو امر آخر ہی اور بحالت مجبوری تین چار آدمیون سے جمعہ صحیح ہوجانا امر آخر ہی

قولہ رابعاً یہ بحث ہی کہ لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع مین جو دوسرا ٹکڑا ہی
یعنی لا تشریق اسکے معنے کتب حنفیہ مین تکبیر بالجہر کے لکھے ہین چنانچہ ہدایہ (ص ۱۵۵ ج ۱) مین ہی والتشریق
ھو الجھر بالتکبیر کذا نقل عن الخلیل بن احمد **اقول** اثر مذکور مین تشریق کے
معنے صلوٰۃ العید کے ہین اور ہدایہ مین جو تشریق کے معنے جہر بالتکبیر کے لکھے ہین تو اس بارے مین خلیل کا
حوالہ ہی اسکی نسبت فتح القدیر (ص ۱۷۱) مین لکھا ہی لم یثبت عند اھل الحدیث ذالک۔ اور تشریق
کے معنے اگر جہر بالتکبیر کے ہین تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ اسکے دوسرے معنے نہون۔ **قولہ** (ص ۲۱) اور جب تشریق
کے معنے تکبیر بالجہر کے ہین تو پھر کیا وجہ ہی کہ صاحبین نے اس اثر کے خلاف فتویٰ دیا **اقول** جب اثر
مذکور مین تشریق سے معنے صلوٰۃ العید کے ہین اور صاحبین بھی عدم جواز اقامۃ الجمعہ فی القری کو قائل ہین

تو صاحبین کے اس قول سے کہ تکبیرات تشریق چونکہ مکتوبہ کے تابع ہین لہذا کل نمازیون پر لازم
ہین اس سے یہ لازم نہین آتا کہ انھون نے اس باب مین اثر مذکور کے خلاف فتویٰ دیا ہو **قولہ**
خامساً جب تشریق کے معنے تکبیر بالجہر کے ہین تو مولف نے جو ص۱۵ مین قنیہ کی یہ عبارت
نقل کی ہے صلوٰۃ العید فی القریٰ تکرہ تحریماً۔ اسکی کیا دلیل ہے اگر اسکی دلیل یہی اثر ہے تو
وجہ استدلال کیونکر ہے **اقول** اثر مذکور مین تشریق بمعنی صلوٰۃ العید ہے۔ علامہ ابن اثیر نے لغت نہایہ
مین لکھا ہے ومنہ حدیث علی لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع اراد
صلوٰۃ العید ویقال لموضعہا المشرق ومنہ حدیث مسروق انطلق لے
مشرقکم یعنی المصلی وسال اعرابی رجلا فقال این منزل المشرق یعنی الذی
یصلی فیہ العید۔ اور علامہ عینی نے بنایہ[ص۱۰۲] مین لکھا ہے والمراد بالتشریق فیہما صلوٰۃ العید
کذا فی المبسوط۔ اور علامہ سیوطی نے الدر النثیر مین لکھا ہے ولا جمعۃ ولا تشریق الا
فی مصر جامع اراد صلاۃ العید وھو من شروق الشمس لان وقتہا ذلک
ویقال لموضعہا المشرق اور مجمع البحار مین بھی بعد نقل اثر مذکور لکھا ہے اراد صلوٰۃ العید
ویقال لموضعہا المشرق۔ پس جب اثر مذکور مین تشریق بمعنے صلوٰۃ العید ہے تو صاحب قنیہ
نے صلاۃ العید فی القریٰ کے بارے مین جو لکھا ہے اسکی دلیل صحیح موجود ہے۔ اور صرف صاحب قنیہ
نے وہ نہین لکھا علامہ عینی نے بھی بنایہ[ص۱۰۱۹] مین بحوالہ ابو حفص کبیر لکھا ہے واقامتہا فی الرساتیق
یکرہ کراھۃ تحریم **قولہ سادساً** یہ بحث ہے کہ جب حنفیہ کے نزدیک نماز عیدین اہل قریٰ کیلئے
جائز نہین تو پھر اضحیہ اور صدقہ فطر کیونکر ان کے لئے جائز ٹھہر گیا **اقول** حنفیہ یہ ہرگز نہین کہتے
کہ اہل قریٰ کے لئے نماز عیدین جائز نہین۔ البتہ وہ یہ کہتے ہین کہ ان کو قریٰ مین پڑھنا جائز نہین
بلکہ شہر مین آکر پڑھنا چاہئے۔ **قولہ** حالانکہ اضحیہ اور صدقہ فطر دونون نماز عید کے تابع ہین۔

اضحیہ کا محل بعد نماز ہی اور صدقہ فطر کا محل قبل نماز **اقول** اگر معترض صاحب کا یہ مطلب ہے کہ جو لوگ نماز عیدین نہین پڑھین اُن کو اضحیہ و صدقہ فطر جائز نہین تو اس سے لازم آتا ہی کہ جو مریض یا عورت شریک نماز عیدین ہنو اُسکو اضحیہ و صدقہ فطر جائز نہو اور اگر یہ مراد ہی کہ جہان عیدین کی نماز نہو وہان اضحیہ و صدقہ فطر جائز نہین تو اس سے لازم آتا ہی کہ اگر کسی قریہ کے کل مسلمان کسی دوسرے مقام مین جاکر نماز عیدین پڑھین اور اُن کے قریہ مین اقامت نماز عیدین نہو تو اُن لوگون کو اضحیہ و صدقہ فطر درست نہو۔ اب معترض صاحب فرمائین کہ ایسے مریض اور ایسے اہل قریہ کو اضحیہ و صدقہ فطر اُن کے نزدیک درست ہی یا نہین **قولہ** [صفحہ ۱۲] **سابعاً** یہ بحث ہی کہ جب مولف کے یہان حسب اس اثر کے جمعہ قریٰ مین درست نہین ہی تو کیا وجہ ہی کہ منا مین فی الموسم جمعہ مولف کے یہان درست ہو گیا **اقول** ہم اوپر ثابت کر چکے کہ منا مین فی الموسم بازار بس جاتے ہین جسکی وجہ سے منا اُس زمانہ مین مصر ہو جاتا ہی۔ اور حکام وغیرہم کی موجودگی کی وجہ سے جامع بھی ہو جاتا ہے اور منا مین بزمانۂ حج اسواق کا ثبوت صحیح بخاری [۱۳۲] کے اس اثر سے بھی ثابت ہی وکان ابن عمر رضی اللہ عنہ یکبر فی قبتہ بمنیٰ فیسمعہ اھل المسجد فیکبر اھل الاسواق حتی ترتج منی تکبیرا۔ **قولہ** [صفحہ ۱۲] حالانکہ منا قریہ تک نہین ہی **اقول** یہ محض غلط ہی وہان ابنیہ موجود ہین مولانا بحر العلوم نے رسائل الارکان مین لکھا ہی منی فیہ بنیان۔ اور دو تین کوچے بھی ہین جیسا کہ ہدایہ و شروح ہدایہ اور دوسری کتابون مین صاف لکھدیا ہی **قولہ** [صفحہ ۱۲] **ثامناً** مولف کی اس تحریر سے یہ واضح ہی کہ مولف کے نزدیک جمعہ محض قریہ مین یعنی چھوٹے قریہ مین درست نہین ہے لیکن بڑے قریہ مین درست ہی الخ **اقول** یہ مولف پر محض افترا ہی مولف کی تحریر باواز بلند پکار رہی ہی کہ جو مقام ایسا ہو کہ اُسپر مصر جامع کی حدود مین سے کوئی حد معتبر صادق نہین وہان جمعہ درست نہین ہی **قولہ** [صفحہ ۱۲] **تاسعاً** آثار حضرت انس رضہ جو اوپر منقول ہو چکے ہین اس اثر کی معارض

ہین۔ **اقول** جمعہ کے بارے مین جو اثر حضرت انس رض سے ہے وہ تو اس اثر کے بالکل موافق ہے
اور عید کے بارے مین جو اُن سے اثر منقول ہے وہ ضعیف ہے اور بر تقدیر تسلیم صحت اسناد اثر علی کو
بوجہ کثرت شرف صحبت و علوے درجہ اجتہاد و زیادہ فی العلم ترجیح ہوگی **قولہ** ان کے علاوہ آثار
ذیل بھی اس اثر کے معارض ہین الخ **اقول** یہ وہی آثار ہین جن کو مولف نے جامع الآثار مین نقل کر کے
اُن کا جواب شافی دے دیا ہے اگر آپ کے نزدیک کچھ کسر رہگئی ہو تو آگے چلکے انکا جواب مفصلاً لکھا جاتا ہے

بحث حیثما کنتم

قولہ اگر حضرت عمر رض کے نزدیک جمعہ علاوہ امصار درست ہوتا تو وہ کلمہ حیث ما کنتم
کا لکھتے ہی کیون **اقول** معترض صاحب نے حجۃ الوداع مین بمقام عرفہ ترک جمعہ کو تسلیم کر لیا ہے۔
اور یہ امر کما حقہ ثابت ہے کہ حجۃ الوداع مین حضرت عمر رض بھی شریک تھے۔ پس باوجود علم اس امر
کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات مین جمعہ ترک فرمایا ہے حیث ما کنتم سے وہ یہ
کیونکر مراد لے سکتے ہین کہ نماز جمعہ ہر جگہ پڑھنا چاہیے عرفہ ہو یا غیر عرفہ۔ پس معلوم ہوا کہ اس سے
عموم امکنہ ہرگز مراد نہین **قولہ** اور پھر اہل بحرین کو اسکی اطلاع دینے کی ضرورت ہی کیا تھی ہو سکے
کہ امصار مین جمعہ کا درست ہونا تو ایک متفق علیہ بات ہے جس کو ہر شخص جانتا ہے **اقول** کل امصار
مین چاہے وہان امام ہو یا نہو جمعہ کا درست ہونا ہرگز متفق علیہ بات نہین۔ ممکن ہے کہ اہل بحرین
نے بحرین کے مصر جامع ہونے مین اختلاف کیا ہو۔ لہذا حضرت عمر رض سے وہان کے جمعہ درست
ہونے کے باب مین استفسار کیا ہو چونکہ ابوہریرہ رض حضرت عمر رض کی طرف سے والی بحرین تھے اس وجہ سے
وہ نائب امام ٹھہرے پس وہ شہر جہان انکا قیام تھا جامع ہو گیا۔ لہذا حضرت عمر رض نے انکو
یہ لکھا کہ جمعوا حیث ما کنتم یعنی جہان تم لوگ رہو وہان جمعہ قائم کرو۔ اور یہ نہین

کما یجمعوا حیث ما شاؤا یا حیث ما کانوا۔ یعنی جہان وہ لوگ چاہین یا رہین جمعہ قائم کرین۔ خلاصہ یہ کہ حضرت عمرؓ نے اس مضمون کا نامہ والی بحرین کے نام لکھا ہے اور دلالۃ کا محکہ عدالت شہرون مین ہوتا ہے جس سے اقامۃ الجمعہ فی الامصار نکلتا ہے۔ اب ہم کو یہ ثابت کر دینا چاہئے کہ ابوہریرہؓ والی بحرین مقرر ہوئے تھے۔ حافظ ابن مردویہ نے معجم البلدان مین بحرین کے حالات مین لکھا ہے فیقال ان العلاء لم یزل والیا علیہا حتی توفی سنۃ عشرین فولی عمرؓ مکانہ ابا ہریرۃ الدوسی ویقال ان عمر ولی ابا ہریرۃ قبل موت العلاء۔ اب ہماری اس تحقیق وتحریر سے کما حقہ ثابت ہو گیا کہ اثر حضرت عمرؓ سے قائلین اقامۃ الجمعہ کا استدلال ہرگز درست نہین ہے فافہم ولا تکن من المتعصبین

قولہ اسکے علاوہ اگر ہم تسلیم بھی کر لین کہ صحرا مین جمعہ حضرت عمرؓ کے نزدیک نادرست ہے تو تو یہ کیا ضرور ہے کہ اسی قری مین بھی جمعہ اُن کے نزدیک نادرست ٹھہرے اقول جب عموم الکنہ اُن کی مراد نہین تو یہ کیا ضرور ہے کہ قری بھی شامل ہون اسکے علاوہ ہم ابھی اوپر ثابت کر چکے کہ اس عموم مین صرف امصار داخل ہین نہ قری قولہ ثانیاً اس تاویل کی ضرورت ہی کیا ہے الخ اقول اگر اس اثر کا وہ مطلب بیان نکیا جائے تو اخبار صحیحہ علی الخصوص اثر حضرت علیؓ کے مخالف ٹھہرتا ہے پس تطبیق ضرور ہے قولہ اور ظاہر ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کا سوال یہی رہا ہوگا کہ ہم لوگ نماز جمعہ علاوہ مصر دوسرے مقام مین پڑھین یا نہین کیونکہ مصر مین جمعہ پڑھنے اور نہ پڑھنے کی بابت تو کوئی سوال نہین کر سکتا الخ اقول ہر مصر کچھ ضرور نہین کہ جامع بھی ہو اور جو جامع نہین وہان نماز جمعہ درست نہین پس ممکن ہے کہ اُس مصر کے جامع ہونے مین اختلاف ہو لہذا استفسار کی ضرورت پڑی۔ اور اسی استفسار سے ثابت ہے کہ ہر مقام محل جمعہ نہین ہے۔ اگر ہر مقام محل جمعہ ہو سکتا ہے تو دریافت کی ضرورت ہی کیا پڑتی۔ دیکھو کبھی

کسی نے کسی سے نہین پوچھا کہ نماز پنجگانہ قری یا صحرا مین ادا کیجائے یا نہین۔ **قولہ** یہ اثر سوائے
اثر علی رضہ نہ کسی اخبار مرفوعہ کے معارض ہو الخ **اقول** معترض صاحب نے جو مطلب اس اثر کا
بیان کیا ہو وہ اخبار صحیحہ کے ضرور معارض ہو کما مر ہان جو مطلب کہ مولف نے بیان کیا
وہ نہ اثر حضرت علی رضہ کے معارض ہو نہ کسی دوسری روایت کے۔ اور معترض صاحب نے
اتنا تو صاف طور پر تسلیم کر لیا کہ اثر حضرت علی رضہ کے معارض ہو۔ پس خواہ مخواہ ایسا مطلب
بیان کرنا جو حضرت علی رضہ ایسے جلیل القدر صحابی کے قول کے معارض ہو سو ادب سے خالی نہین
قولہ لیکن چونکہ اثر حضرت عمر رضہ دیگر آثار صحابہ کے موافق ہو لہذا اس اثر کے مقابلہ مین
اثر حضرت علی رضہ مرجح نہین ٹھہر سکتا الخ **اقول** بر تقدیر تسلیم اس امر کے کہ اثر حضرت عمر رضہ
کا وہی مطلب ہو جو معترض صاحب بیان کرتے ہین تو چونکہ اثر حضرت عمر رضہ کی سند درجہ صحت
کو نہین پہونچی بلکہ حسن الاسناد ہو اور اثر حضرت علی رضہ باسناد صحیح مروی ہو اور کسی دوسرے
صحابی کا اثر ہرگز معارض نہین لہذا اثر حضرت علی رضہ ضرور مرجح ہو کیونکہ حدیث صحیح الاسناد کو
حدیث حسن الاسناد پر ترجیح ہو۔ اسکے علاوہ قول خلیفہ دوم رضہ مقدم ہو اور قول خلیفہ چہارم رضہ
موخر ہو پس یہ بھی ایک وجہ ترجیح ہو سکتی ہو۔ مگر یہ سب تقریرین تو حسب زعم معترض صاحب ہے
ورنہ ہم تو یہی کہتے ہین کہ حضرت عمر رضہ کا قول بھی اپنے محل مین صحیح ہو اور حضرت علی کا قول بھی
درست ہو۔ البتہ حضرت عمر رضہ کے قول کا وہ مطلب نہین جو معترض صاحب بیان فرماتے ہین
مگر معترض صاحب خواہ مخواہ ایک جلیل القدر صحابی کے قول کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہین
اور ذرا سو ادب کا خیال نہین کرتے۔ اب اس امر مین حضرات ناظرین ہی کے انصاف
پر فیصلہ ہو۔ **قولہ** مولف نے جو اس اثر کو بوجہ عطاء بن ابی میمونہ ضعیف قرار دیا ہو سوائے
ہم پر یہ بات ظاہر ہوتی ہو کہ اب مولف کی محدثیت یوماً فیوماً بڑھتی جاتی ہو۔ **اقول** اس

تحریر سے ہم پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ معترض صاحب کی دیانت اور لیاقت یوماً فیوماً بڑھتی جاتی ہے
کیونکہ مولف نے عطا بن ابی میمونہ کی نسبت یہ کہا ہے کہ انکی روایت درجہ صحیح کو نہیں پہونچتی اور
اور یہ نہیں کہا کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اور علم حدیث شریف کا ادنی طالب العلم بھی جانتا ہے کہ
حدیث کی تین قسمیں ہیں صحیح۔ حسن۔ ضعیف۔ مولف نے جو عبارت لکھی ہے اُس سے یہ کیونکر ثابت
ہوا کہ حسن ہونے کی بھی نفی کی ہے پس معترض صاحب کا یہ لکھنا کہ ضعیف قرار دیا ہے محض اتہام ہے
قولہ صفحہ ۲۵ اسواسطے کہ کہاں تو مولف پہلے اپنے رسالہ جلاء العینین میں کتنی روایتوں کو اسوجہ سے
بھی صحیح قرار دیا ہے کہ اُن کے رجال رجال بخاری سے ہیں الخ **اقول** مولف نے جن روایتوں
کی تصحیح کی ہے تو صرف اسوجہ سے نہیں کہ رجال بخاری سے ہیں بلکہ اسوجہ سے کہ ائمہ جرح و تعدیل
نے صراحۃً اُن کی توثیق کی ہے۔ اور چونکہ رجال بخاری کا درجہ مخالفین کے نزدیک بہت بڑا ہی
اسوجہ سے جو راوی کہ رجال بخاری سے ہے بعض اوقات اسکی نسبت یہ لکھا گیا کہ بخاری کے رجال سے ہے
پس یہ کیونکر ثابت ہوگیا کہ مولف کے نزدیک کل رجال بخاری صحیح الحدیث ہیں یا حسن الحدیث وغیرہ
الغرض عطا بن ابی میمونہ کے رجال بخاری ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انکی روایت صحیح ہی قرار پائے
دیکھو ابراہیم بن عبد الرحمن السکسکی رجال بخاری سے ہیں قال الحافظ فی مقدمتہ لہ
فی الصحیح حدیثان وقال صاحب الخلاصۃ ضعفہ شعبۃ واحمد بن حنبل الخ
وقال الحافظ فی التقریب صدوق ضعیف الحفظ۔ اسکے علاوہ امام بخاری نے
عطا بن ابی میمونہ سے زیادہ روایت نہیں کی ہے۔ صرف ایک حدیث روایت کی ہے وہ بھی
انس رض سے جو اُن کے آقا تھے۔ جس سے لزوم صحبت ثابت ہے۔ بعض اوقات محدثین کسی راوی
مجروح کو کسی خاص شیخ سے روایت کے بارے میں قوی سمجھتے ہیں المختصر امام بخاری نے وہ روایت
عن عطاء بن ابی میمونۃ عن انس روایت کی ہے اور اثر حضرت عمر رض بطریق عطا بن ابی میمونہ

عن ابی رافع ہے۔ پس دونون رواتیون مین فرق ظاہر ہو **قولہ** اسکے علاوہ حافظ ابن حجر نے تقریب مین اُن کو ثقہ لکھا ہو **اقول** تقریب مین ثقہ کے بعد رمی بالقدر بھی لکھا ہے۔ **قولہ** مولف کا یہ قول کہ اس روایت کے کل راوی رواۃ صحیحین ہین صحیح نہین اسواسطے کہ عاصم بن کلیب جو اس روایت کی سند مین ہین وہ رجال مسلم سے ہین رجال بخاری سے نہین ہین۔ القول المحلے مین اس اعتراض کا لکھنا چھوٹ گیا۔ لہذا مولف میری جانب سے اس اعتراض کو القول المحلے کے حاشیہ پر لکھین الخ **اقول** معترض صاحب نے کہان کا اعتراض کہان گھسیٹا ہو۔ اور وہ بھی محض لچر جو بالکل مضحکۂ اہل علم ہو۔ کتب رجال مین عاصم بن کلیب کے اوپر خت م ع لکھا ہو۔ اس رمز سے ثابت ہو کہ عاصم بن کلیب رجال تعلیقات بخاری سے ہین۔ اور تذکرۃ القاری مین لکھا ہو وعلق لہ البخاری۔ پس جب وہ رجال تعلیقات بخاری سے ہین اور مسلم نے بھی ان سے اخراج کیا ہو جسکا معترض صاحب کو بھی اعتراف ہو تو اُن کی نسبت یہ کہنا کہ رجال صحیحین سے ہین بہت صحیح ہو۔ اگر معترض صاحب یہ فرمائین کہ اصطلاح محدثین مین رجال تعلیقات کو رجال الصحیح نہین کہتے تو اسکا جواب یہ ہو کہ ان کے امام شوکانی نے نیل الاوطار ج ۳ صفحہ ۱۶۲ مین نسائی کی ایک حدیث کی نسبت جو بطریق عبدالحمید بن جعفر عن وہب بن کیسان مروی ہے رجالہ رجال الصحیح لکھا ہو۔ عبدالحمید بن جعفر رجال تعلیقات بخاری سے ہین۔ ان سے تعلیقات کے سوا اور کہین اپنی صحیح مین روایت نہین کی۔ جیسا کہ کتب رجال سے ثابت ہو۔ پس معترض صاحب کا یہ اعتراض بھی بالکل غلط ثابت ہو گیا۔ اب دیکھین کہ معترض صاحب کی جانب سے کیا عبرت انگیز نتیجہ ظاہر ہوتا ہو **قولہ** تو پھر عطاء بن ابی میمونہ کی روایت کیون مولف کے نزدیک درجہ حسن سے نازل ہو گئی **اقول** مولف نے یہ کہان لکھا ہو کہ یہ روایت درجہ حسن سے بھی نازل ہو۔ معاذ اللہ اس افترا پردازی کا بھی کوئی ٹھکانا ہو **قولہ** الحاصل یہ اثر حضرت عمر رضہ کا صحیح الاسناد ہو الخ **اقول** اُن جروح کی وجہ سے

ف مولف نے رجال صحیحین لکھا ہو جو رواۃ صحیحین سے تحریف کیسی اب بیان ہو ایک بات یاد رکھنی وہ یہ کہ جلاء العین صفحہ ۱۲ سطر ۱۰ مین بجائے رجال لفظ راویان سہو کاتب سے اکثر نسخون مین بنا ہوا لکھا گیا ہے اور معترض صاحب نے بھی اس لفظ پر کوئی گرفت نہین کی ہے بہرکیف جن حضرات کے نسخون مین یہ لفظ بنا نہین گیا ہو وہ راویان کو قلم زد کرکے رجال بنا دین ۱۲ منہ عفی عنہ

جن کو مولف نے نقل کیا ہی یہ اثر صحیح الاسناد تو ہر گز نہین البتہ حسن الاسناد ہونے سے انکار نہین امام بیہقی نے بھی اس اثر کی تحسین کی ہی تصحیح۔ اگر یہ اثر صحیح الاسناد ہوتا تو بیہقی اسنادہ حسن نہ لکھتے اور جب یہ اثر حسن الاسناد ٹھہرا اور اثر علی صحیح الاسناد تو اثر علیؓ کو من جہۃ الاسناد ضرور قوت ہے کیونکہ صحیح الاسناد حسن الاسناد سے قوی و مرجح ہی قولہ مولف کے علامہ عینی نے خود اس اثر کو صحیح مان لیا ہی اقول یہ محض غلط ہی علامہ عینی نے ہرگز اسکی تصحیح نہین کی بلکہ فان قلت کا مقولہ بسند صحیح لکھا ہی یعنی معترض کا قول نقل کیا ہی قولہ غالباً امام شافعی کو اس روایت کی صحت مین اس وجہ سے تردد تھا کہ اُن کو اس روایت کے رُوات پر اطلاع نہ تھی ورنہ اسکی صحت مین اُن کو تردد نہوتا اقول یہ آپکا فرمانا جب قابل التفات ہو سکتا ہی کہ یہ اثر بدون طریقہ عطا بن ابی میمونہ کسی دوسری طریق سے بھی مروی ہوتا۔ حالانکہ یہ اثر بغیر واسطہ عطا بن ابی میمونہ ہرگز مروی نہین قولہ اور محدث ابن خزیمہ نے اسکی تصحیح بھی کی ہی اقول ابن خزیمہ کی تصحیح کا حال سب کو معلوم ہی علامہ سیوطی نے تدریب الراوی مین لکھا ہی ولاسیما ان ذلک المتقدم ممن لایری التفرقۃ بین الصحیح والحسن کابن خزیمۃ وابن حبان۔ اس عبارت سے صاف ثابت ہی کہ ابن خزیمہ حسن کو بھی صحیح کہدیا کرتے ہین قولہ وہ مقام مصر کے علاوہ تھا کیونکہ مصر کے محل اقامت جمعہ کے ہونے مین تو کسی صحابی وغیر صحابی کا اختلاف ہی نہین ہی اقول اسکا جواب اوپر گزر چکا حنفیہ کے نزدیک مصر جامع محل اقامت جمعہ ہی نہ غیر جامع عموماً مصر ہرگز محل اقامت جمعہ نہین قولہ اب مولف اپنے اس اعتراض کو امام شافعی سے واپس لیلین اقول معترض صاحب نے جو امام شافعیؒ کی طرف سے جواب دیا ہی اُسکا نقص ظاہر ہو گیا۔ پس مولف کا اعتراض علی حالہ باقی رہا۔ اب معترض صاحب کسی دوسرے جواب کی فکر کرین اور یہ بھی واضح رہے کہ امام شافعی نے جو حیث ما کنتم کی نسبت یہ فرمایا ہی فمعناہ فی ای قریۃ کنتم

یہ مراد خود معترض کے بھی مخالف ہو کیونکہ قریہ سے صحاری وبراری نکل گئے۔ شاہ ولی اللہ رحم
نے ازالۃ الخفا[۵۹] مین امام شافعیؒ کے اس قول کے تحت مین لکھا ہو کلا یریں البدو۔ اب
اس تفسیر پر ایک دوسرا اعتراض بھی لازم آتا ہو کہ ای قریۃ مین وہ قری بھی شامل ہو گئے
جہان دس[۲] مین مسلمان رہتے ہون۔ حالانکہ امام شافعیؒ کے نزدیک اس قریہ مین جہان
چالیس مسلمان سے کم ہون اقامت جمعہ جائز نہین۔ پس یہ تفسیر خود امام شافعی کے مذہب کے
خلاف ہو۔ امام شافعیؒ کی طرف سے تو یہ عذر بھی ہو سکتا ہو کہ اُن کو اس روایت کی ثبوت ہی
مین کلام ہو مگر امام بیہقی جو شافعی المذہب ہین اور اسکے اسناد کو حسن کہہ چکے ہن وہ کیا
عذر پیش کر سکتے ہین **قولہ**[۲۹] اس سوال سے یہ نہین نکلتا کہ حضرت ابوہریرہ رض علاوہ مصر کے
دوسرے مقام مین نماز جمعہ پڑھنے کو نادرست سمجھتے تھے **اقول** اس سوال سے یہ ضرور
نکلتا ہو کہ ابوہریرہ کے نزدیک بعض مقامات مین اقامت جمعہ درست نہین تھی۔ جبھی تو
اس امر کے دریافت کی ضرورت پڑی کہ بحرین مین جہان وہ رہتے تھے جمعہ قائم کیا جائے
یا نہین اگر ہر مقام مین جمعہ درست ہوتا تو وہ حضرت عمرؓ سے استفسار کیون کرتے۔
قولہ[۳۰] ہان فحوائے سوال سے یہ ضرور متبادر ہو کہ اُن کو اس مسئلہ مین تردد تھا لہذا استفسار
کی نوبت آئی **اقول** الحمد للہ کہ آپنے اتنا تسلیم کر لیا اور اسی سے میرا مدعا ثابت ہو کیونکہ
اُن کے تردد سے صاف ثابت ہو کہ بعض مقامات مین نماز جمعہ درست نہین تھی لہذا انکو
یہ تردد پیش آیا کہ آیا بحرین مین جمعہ جائز ہو یا نہین۔ اور یہ وہ زمانہ تھا کہ ہجرت کو اُنیس[۱۹] بیس[۲۰]
برس گزر چکے تھے۔ بہت سے بلاد مفتوح ہو چکے تھے۔ اسلام دور دور تک پھیل گیا تھا
اگر جمعہ ہر اہل قریہ پر بھی فرض ہوتا اور ہر جگہ نماز جمعہ درست ہوتی تو یہ مسئلہ طشت از بام
ہو جاتا۔ حضرت ابوہریرہؓ ایسے صحابی کو بھی اس مسئلہ مین تردد نہوتا۔ پس اُن کے تردد سے

صاف ثابت ہی کہ اُس زمانے مین ہر مقام کے مسلمان ہرگز مکلف باقامت جمعہ نہ تھے اور جسطرح
نماز پنجگانہ ہر مقام مین ادا ہو جاتی ہی اُس طرح نماز جمعہ ہرگز نہین **قولہ** یا یہ کہ خود اُن کو تردد نہ تھا بلکہ
کسی اور کو تھا اُسکا تردد دفع کرنے کے لئے استفسار کیا تھا **اقول** اگر خود حضرت ابوہریرہؓ کو تردد
نہوتا اور اِن کو جواز کا جزم ہوتا تو استفسار کی ضرورت ہی نہین تھی وہ وہان کے والی تھے اُن کا
فرمانا وہان کے لوگون کے لئے کافی تھا۔ اور اگر بالفرض خود اُن کو تردد نہ تھا کسی دوسرے کو تردد
ہوا تھا تو اِس تردد اور استفسار سے بھی صاف وہی نتیجہ نکلتا ہی جسکو ابھی ہم لکھ آئے۔
الحمد للہ کہ ہم نے اُسی روایت سے جسکو مخالفین پیش کرتے ہین اپنا مدعا بہت اچھی طرح ثابت کر دیا۔

بقیہ مباحث متعلقہ دلیل ہفتم

ص ۲۹

قولہ اثر حضرت علیؓ لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع سے یہی ظاہر ہی کہ جمعہ مصر کے
سوا دوسرے مقام مین جائز نہین صحرا ہو یا قریہ۔ قریہ اور محض قریہ کا فرق نہین **اقول** جزاک اللہ
اتنا تو آپ نے تسلیم کر لیا کہ اس اثر سے غیر مصر مین عدم جواز جمعہ ثابت ہوتا ہی ورنہ آپکے بنارسی صاحب
نے تو کسر العربی مین خواہ مخواہ نفی کمال کی تاویل مہمل کر کے انصاف کا بالکل خون کر دیا ہی۔ اب
آپ کو ایسی مہمل تاویل کا موقع نہ رہا۔ بہرکیف بیشک قریہ اور محض قریہ کا فرق نہین یعنی اثر حضرت علیؓ
سے عام قریہ مین عدم جواز جمعہ ثابت ہی اور مولف کا بھی یہی مذہب ہی مگر اثر ابن عمرؓ کے بارے
مین جو یہ لکھا ہی کہ اس مین یہ کہان ہی کہ وہ لوگ محض قریہ مین نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے" تو چونکہ قریہ کا
اطلاق عرف مین اُن قصبات پر بھی آتا ہی جہان کوچہ و بازار ہوتے ہین لہذا مولف نے محض
قریہ لکھا جس سے مراد ایسا مقام ہی جہان کوچہ و بازار نہون اور اُسپر جامع کا بھی اطلاق نہوتا ہو
قولہ بر تقدیر تسلیم اس امر کے کہ فعل اکابر صحابہ کا نہ تھا لیکن اکابر صحابہ کی شہادت اور انکا عدم انکار

تو اس فعل پر موجود ہی **اقول** اکابر صحابہ بصیغہ جمع یہان غلط ہی کیونکہ صرف ابن عمر رض کے بارے
مین یہ روایت ہی۔ آپ کو بعض اکابر صحابہ لکھنا تھا۔ بہرکیف اُنکے سکوت سے یہ نہین نکلتا
کہ اُن کے نزدیک قریہ مین نماز جمعہ جائز تھی بلکہ سکوت کی وجہ اور بھی ہو سکتی ہی جس کو ہم ابھی
بیان کرینگے۔ اور بعض کتب جیسے نیل الاوطار وغیرہ اُسمین لا یعیب علیھم کے عوض
لا یعتب علیھم ہی۔ اگر اس روایت مین لا یعتب علیھم صحیح ہو تو عدم عتاب سے عدم انکار
لازم نہین آتا **قولہ** صہ ابن عمر رض کے سکوت کی نسبت تو مولف نے کچھ ارشاد ہی نہین فرمایا کہ اسکا
جواب دیا جائے الخ **اقول** بر تقدیر تسلیم اس امر کے کہ وہ مقام جہان اہل میاہ نماز جمعہ پڑھتے تھے
وہان نہ کوچہ و بازار تھے اور نہ جامع تھا۔ اور ابن عمر نے اُنپر انکار نکیا تو ممکن ہو کہ اسکی وجہ یہ ہو کہ
ابن عمر رض نے یہ خیال کیا ہو کہ شاید اُس مقام پر مصر جامع کی تعریف صادق ہو یا فناے شہر سے ہو
یا اسکی وجہ یہ ہو کہ اہل قری کے بارے مین عدم فرضیت جمعہ کا تو یقین ہو مگر اقامۃ الجمعۃ فی القری کے
عدم جواز کے بارے مین بوجہ نہ ملنے کسی نص صریح کے اُسوقت تک تردد ہو یا تردد بھی نہو اور وہ عدم
جواز کے اُسوقت بھی قائل ہون مگر چونکہ وہ اہل میاہ مدینہ اور مکہ کے درمیان مین گزرگاہ پر رہتے تھے
اور پیشتر وہ اُن کو منع کر چکے ہون مگر پھر بھی وہ باز نہ آئے ہون جب اس روایت کا راوی اُن کے ساتھ
تھا اُسوقت اُن کو انکار کا موقع نہ ملا ہو غرضکہ اِن چار وجوہ مین سے ممکن ہو کہ کسی وجہ سے ابن عمر رض نے
اُن پر انکار نہ کیا ہو۔ پس اُن کے سکوت سے یہ ہرگز لازم نہین آتا کہ ابن عمر رض کے نزدیک اُن اہل میاہ
کا وہ فعل جائز بھی تھا **قولہ** صہ تلخیص مین نہ اسکے رجال مذکور ہین اور نہ کسی محدث سے اسکی تصحیح منقول ہی
اقول اگرچہ حافظ ابن حجر نے اسکو تعلیقاً روایت کیا ہی مگر چونکہ اُنھون نے اسپر سکوت کیا ہی
اور کسی محدث سے اسکی تضعیف منقول نہین تو ظاہر یہ ہو کہ یہ اثر صحیح ہی والعلم عند اللہ **قولہ** صہ ان اہل میاہ
مین اس شرط کا مفقود ہونا مولف کے نزدیک کیونکر ثابت ہی **اقول** جہان وہ اہل میاہ نماز جمعہ

ف شیخ حسین بن محسن یمانی نے بھی اپنے رسالہ مین لا یعتب علیھم نقل کیا ہی ۱۲ منہ

پڑھتے تھے اُسکی نسبت اس روایت مین کچھ مذکور نہین کہ گاؤن تھا یا کیا تھا۔ پس جو شخص کہ اس امر کا
مدعی ہو کہ وہ قریہ تھا اُسپر مصر جامع کی حد صادق نہین آتی تھی اُس کو لازم ہو کہ اس مقام کی عدم مصریت
کو ثابت کرے۔ رہا ابن عمرؓ کا یہ قول جو تلخیص مین منقول ہو۔ لا جمعة الا فی المسجد الاکبر
الذی یصلی فیہ الامام۔ اور اس سے یہ ثابت ہو کہ ابن عمرؓ کے نزدیک نماز جمعہ کی شرط یہ ہو
کہ اُس بڑی مسجد مین ادا کیجائے جہان امام نماز پڑھتا ہو۔ اسکی نسبت معترض صاحب نے جو یہ فرمایا کہ اس شرط کا
مفقود ہونا مولف کے نزدیک کیونکر ثابت ہوا۔ اس تحریر سے ثابت ہو گیا کہ معترض صاحب کے نزدیک اسکا
احتمال ہو کہ جہان وہ اہل میاہ نماز جمعہ پڑھتے تھے وہان بہت بڑی مسجد ہو اور وہان امام نماز پڑھاتا ہو
اب مین کہتا ہون کہ جس مقام مین کہ بہت بڑی مسجد ہو گی اور وہان امام بھی رہتا ہو وہ شہر ہو گا نہ قریہ
کیونکہ محکمہ امامت وہین ہوتا ہو جہان مصریت ہوتی ہے پس خود معترض کی تحریر سے یہ کما حقہ ثابت ہو گیا
کہ اس اثر سے مجوزین کا استدلال درست نہین ہو۔ اب دیکھئے کہ معترض صاحب کو خود اُنکی تحریر سے
کیسی شکست فاش نصیب ہوئی۔ اور مولف نے جو معارضہ مین اثر مذکور پیش کیا ہو تو اس بنا پر پیش کیا ہو
کہ اُس مقام کو جہان وہ اہل میاہ نماز جمعہ پڑھتے تھے قریہ تسلیم کرلین اور جب یہ امر تسلیم کر لیا جائے
کہ وہان بہت بڑی مسجد بھی تھی اور وہان امام یا نائب خلیفہ وقت نماز جمعہ پڑھاتا تھا تو اُسکا قریہ ہونا
ہی غلط ثابت ہو جاتا ہو جو مولف کے سراسر مفید ہو **قولہ** علی ہذا القیاس امام شافعی کا وہ قول جسکو
مولف نے صـ مین نقل فرمایا ہو وہ بھی منقطع ہو **اقول** مولف نے اتصال کا دعوی کب کیا ہو۔
اسی انقطاع کی وجہ سے تو اُن آثار کو تحت عنوان بقیہ آثار صحابہ ذکر کیا ہو۔ **قولہ** مولف کے یقین
مین کیا ترقی ہو سکتی ہو **اقول** جب اُن اخبار صحیحہ سے یقین حاصل ہو چکا تو بقیہ آثار صحابہ رضہ سے
گو متصل الاسناد نہ سہی مگر اعتضاد کے لئے جب کافی ہین تو ترقی یقین کیون نہین ہو سکتی **قولہ**
عاشراً نصوص مرفوعہ ذیل بھی لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع کے معارض ہین

اقول اُن روایتون مین سے ایک روایت بھی اثر حضرت علی رضؓ کے معارض نہین بلکہ بعض روایات
کو تو ما نحن فیہ سے علاقہ ہی نہین **قولہ** ابن ماجہ مین ہے عن ابن عباس قال کنا مع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فحضر الاضحی فاشترکنا فی الجزور عن عشرۃ والبقرۃ عن سبعۃ
اور نسائی مین ہے عن عاصم بن کلیب عن ابیہ کنا فی سفر فحضر الاضحی فجعل الرجل
یطلب السنۃ بالجذعتین والثلاثۃ فقال لنا رجل من مزینۃ کنا مع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فحضر الاضحی ھذا الیوم الحدیث **اقول** اولاً
اِن روایات مین نماز عید کا ذکر تک نہین۔ بلکہ قربانی کا ذکر ہے۔ قربانی کرنے سے یہ کیونکر لازم آتا ہے
کہ نماز عید الاضحی بھی پڑھی گئی تھی ثانیاً اگر نماز عید الاضحی پڑھنا بھی تسلیم کر لی جائے تو یہ کہان سے ثابت
ہوا کہ قریہ مین نماز عید ادا کی گئی تھی کیا انسان اگر مسافر ہو تو مصر مین نماز عیدین نہین پڑھ سکتا
تعجب ہے کہ معترض صاحب نے کس دلیری سے اِن روایتون کو جن کو ذرا بھی ما نحن فیہ مین دخل نہین ہے
عوام کے خوش کرنے کو پیش کر دیا اور مضحکہ اہل علم کا ذرا خیال نہین کیا **قولہ** اور ابوداؤد مین ہے
عن ابن عباس قال ان اول جمعۃ الخ **اقول** اس جواثا والی روایت کا جواب آگے
چلکے نہایت دھوم دھام سے آتا ہے۔ فانتظرہ۔ **قولہ** اور نیز ابوداؤد مین ہے عن طارق
ابن شہاب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال الجمعۃ حق واجب علی کل مسلم
فی جماعۃ الا اربعۃ عبد مملوک اوامرأۃ او صبی او مریض **اقول** معترض صاحب نے
اس روایت کے متعلق صفحہ ۲۴ مین یون تقریر کی ہے کہ اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ نماز جمعہ علاوہ
عبد مملوک عورت صبی مریض سب اہل اسلام پر واجب ہے عام از ین کہ وہ شہر کے باشندے ہون
یا دیہات کے کیونکہ اگر دیہات والون پر نماز جمعہ واجب نہوتی تو ضرور تھا کہ یہ لوگ بھی ہمراہ
اصناف مذکورین اس سے مستثنے کئے جاتے۔ **اب ہم کہتے ہین** کہ معترض صاحب نے

مجتہد مطلق جناب مولوی شمس الحق صاحب جنکی فرمائش سے جواب لکھا ہی وہ اپنے رسالہ التحقیقات العلی مین لکھتے ہین کہ ایسا ہی مسافر پر بھی فرض نہین جیسا کہ ترمذی اور احمد نے مقسم عن ابن عباس سے مرفوعًا روایت کیا ہی انتہی کلامہ۔ اب دیکھیے کہ انھون نے مسافر کو بھی اس حکم سے مستثنےٰ کر دیا جو اصناف مذکورین کے علاوہ ہی اب معترض صاحب یا تو اپنی غلطی کا اقرار کرین یا صاحب رسالہ مذکورہ کی غلطی کا۔ دیکھین معترض صاحب اس پھندے سے کیونکر بے داغ نکلجاتے ہین۔ اسکے علاوہ معترض صاحب کے آقائے نامدار نواب بھوپال بدور الاہلہ مین لکھا ہی آرے جمعہ بعد از نماز عید رخصت ہست از برائے ہمگنان اگر ہمہ مردم ترکش کردند عمل برخصت نمودند داگر بعض بجا آوردند مستحق اجراند ولیکن این اتیان واجب نیست نہ برامام و نہ بر غیر او انتہیٰ اب دیکھئے کہ نواب صاحب نے علاوہ اصناف مذکورین کے اُن لوگون کو بھی اس حکم عام سے خارج کر دیا جن کو اجتماع العیدین نصیب ہوا اور نماز عید ادا کرلی ہو۔ اب معترض صاحب فرمائین کہ آپ نواب صاحب کے اس قول کے موافق ہین یا نہین۔ اگر آپ بھی موافق ہین تو اصناف مذکورین مین مستثنےٰ کا انحصار نرہا اور اگر آپ موافق نہین تو نسائی کی وہ روایت جو باب الرخصة فی التخلف عن الجمعة لمن شھد العید مین بطریق وہب بن کیسان مروی ہی جس کی نسبت علامہ شوکانی نے نیل الاوطار مین رجالہ رجال الصحیح لکھا ہی اُسکا کیا جواب ہی بہرکیف معترض صاحب کو یا تو نواب صاحب کی غلطی کا اقرار کرنا پڑیگا یا اپنی غلطی کا۔ اب اور بھی سُنئے آپ کے امام شوکانی کے نزدیک جمعہ سامع ندا پر فرض ہی نہ غیر سامع ندا پر چنانچہ نیل الاوطار مین لکھا ہی والحق ان الجمعة من فرائض الاعیان علی سامع النداء۔ اب معترض صاحب فرمائین کہ آپ علامہ شوکانی کے موافق ہین یا مخالف۔ اگر آپ کو اتفاق ہی تو استثنا کا حصر اُنھین چارون اصناف مین باقی نرہا۔ اب ان اقوال کو جانے دیجئے مزا یہ ہی کہ خود معترض صاحب نے

اہل عرفہ کے ترک جمعہ کی وجہ نسک کو قرار دیا ہے پس خود معترض صاحب کے نزدیک اہل نسک بھی
اس حکم عام سے مستثنےٰ ہوگئے جو اصناف مذکورین مین داخل نہین۔ اب معترض صاحب کا ناطقہ
بالکل بند ہوگیا کچھ ہاتھ پاؤن ہلا نہین سکتے۔ معترض صاحب نے مولف کے لئے جو پھندے بنائے
تھے وہ تو تار عنکبوت کی طرح ٹوٹ گئے۔ اور اب خود وہ ایسے پھندے مین پھنسے ہین کہ قیامت تک نکل نہین سکتے
اُلجھا ہے پاؤن یار کا زلفِ دراز مین ؎ لو آپ اپنے دام مین صیاد آگیا

سوالات جواب طلب

ہمارے معترض صاحب نے ابوداؤد کی روایت مذکورہ سے اس امر کا دعویٰ کیا ہے کہ عبد مملوک اور عورت
اور صبی اور مریض کے سوا کل مسلمانون پر نماز جمعہ فرض ہے اور ان کے یہان خطبہ اور جماعت کے
سوا کوئی چیز شرط نہین اب ہم معترض صاحب سے چند امور سوال کرتے ہین **اوّلاً** جو امر کہ عامہ مسلمین
پر فرض ہوتا ہے اگر کچھ لوگ اُس سے مستثنےٰ ہوتے ہین تو کسی عذر کی وجہ سے۔ مثلاً صبی پر جمعہ اسوجہ سے
فرض نہوا کہ نابالغ مکلف نہین ہین مریض اسوجہ سے مستثنےٰ کئے گئے کہ بیمار ہونے کی وجہ سے حضور
جماعت مین اُن کو تکلیف ہوگی عبد مملوک اسوجہ سے مستثنےٰ کئے گئے کہ اُن کے حضور جماعت سے
خدمتِ موالے مین تقصیر واقع ہوگی مگر عورتین جو مستثنےٰ کی گئین اور اُن پر جمعہ فرض نہوا تو اُسکی
علت کیا ہے۔ جب آپکے یہان جماعتِ نسا بلا کراہت درست ہے۔ اور صرف دو شخصون سے جماعت
منعقد ہوجاتی ہے اور جمعہ ہر جگہ درست ہے۔ اور خطبہ بھی کوئی امر مشکل نہین تو عورتین مسجد جامع مین نہی
مگر اپنے گھرون مین نماز جمعہ پڑھ سکتی تھین۔ پھر عورتون پر نماز جمعہ فرض نہونے کی وجہ کیا ہے۔
ثانیاً آپ کے نزدیک مسافر پر بھی جمعہ فرض ہے اگر کوئی مسافر ریل پر سوار ہوا اور اُس کو بہت
دور جانا ہوا اور جمعہ کا وقت آگیا اور جس خانے مین وہ سوار ہے اُس مین کوئی مسلمان نہین مگر دوسرے

خانون مین مسلمان موجود ہین تو بیچارہ غریب کیا کرے۔ اُسپر جمعہ فرض ہے یا نہین۔ ثالثاً جب شارع کی جانب سے مسافر کے لئے اسقدر آسانی ہے کہ اُسکو قصر اور افطار صوم جائز ہے تو کیا وجہ ہے کہ عبد مملوک پر تو جمعہ فرض نہین اور مسافر پر فرض ہے حالانکہ اسکا زیادہ حرج متصور ہے رابعاً اگر کسی مقام مین ایک ہی مسجد ہو اور وہان نماز جمعہ ہو چکی ہو اور اُسکے بعد کچھ لوگ پہونچے تو وہ کیا کرین آیا اُسی مسجد مین جمعہ پڑھ لین یا اپنے گھر اگر جمعہ پڑھین۔ اگر اُس مسجد مین جمعہ پڑھ سکتے ہین تو ایک ہی مسجد مین تعدد نماز جمعہ کی دلیل کیا ہے۔ آیا عہد نبوی و عہد صحابہ و تابعین مین کبھی کسی مسجد مین تکرار جمعہ ہوئی ہے۔ اور اگر وہ وہان نہین پڑھ سکتے۔ تو اسکی دلیل کیا ہے۔ خامساً نماز جمعہ آیا اصل ہے جیسا کہ آپ کے اکابر مذہب کا دعویٰ ہے یا عوض ظہر ہے۔ اگر اصل ہے عوض ظہر نہین تو جمعہ کے مسقط ظہر ہونے کی دلیل کیا ہے۔ اگر کوئی دلیل مسقط جماعت ظہر ہے تو اس سے عدم فرضیت ظہر کا ثبوت نہین نکلتا۔ ممکن ہے کہ جمعہ پڑھکر جو ایک مستقل فرض ہے اُسکو فرادی فرادی اپنے اپنے گھر وغیرہ مین پڑھ لیتے ہون۔ معترض جبتک کوئی ایسی دلیل صحیح صریح مرفوع بیان فرمائین جس سے ثابت ہوتا ہو کہ جمعہ مسقط فرضیت ظہر ہے اور اگر عوض ظہر ہے تو اسکی دلیل کیا ہے بلکہ ان کے یہان جو یہ مسئلہ ہے کہ جمعہ قبل زوال جائز ہے وہ اس امر کو مقتضی ہے کہ جمعہ عوض ظہر نہین ہے۔ سادساً جب آپکے یہان جمعہ قبل زوال درست ہے تو جمعہ کا وقت کس وقت سے لیکر کس وقت تک ہے اگر کوئی شخص جمعہ سات آٹھ بجے دن کو پڑھ لے تو درست ہے یا نہین سابعاً آپ کے امام شوکانی نے لکھا ہے کہ جو شخص بعذر یا بلا عذر ترک جمعہ کرے تو کوئی دلیل قابل تمسک ایسی نہین ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ اُسپر نماز ظہر واجب ہے چنانچہ نیل الاوطار جلد ثالث صفحہ ۱۶۵ مین لکھتے ہین وانت خبیر بان الذی افترضہ

اللہ تعالیٰ علی عبادہ فی یوم الجمعۃ ہو صلاۃ الجمعۃ فایجاب صلاۃ الظہر علی من ترکہا لعذر او لغیر عذر محتاج الی الدلیل ولا دلیل یصلح

للتمسك به ذلك فيما اعلم یا رو ترک تقلید مین تو واقعی بڑی آسانی ہی جبسنے جمعہ کے روز عید پائی اور نماز عید ادا کرلی تو جمعہ معاف اور ترک جمعہ سے ظہر بھی واجب نہین۔ پھر کیا ہی نماز عید پڑھ لینے سے جمعہ اور ظہر دونون معاف۔ اور عورتون کے لئے تو سب سے بڑھکے یہ آسانی ہی کہ انپر نہ جمعہ واجب نہ ظہر۔ بہرکیف معترض صاحب یہ فرمائین کہ آپ کو اپنے امام شوکانی کے ساتھ اس مین اتفاق ہی یا نہین۔ اگر اتفاق نہین ہی تو آپ کے نزدیک اسکی کیا دلیل ہی کہ جسپر جمعہ فرض ہو اگر وہ ترک جمعہ کرے تو اُسپر ظہر واجب ہی۔ جب معترض صاحب ہمارے ان سوالات کا جواب لکھینگے اُسوقت ہم انشاء اللہ تعالی اُسکے نتائج پیش کرینگے۔

بقیہ مباحث متعلقہ دلیل ہفتم

صفحہ ۳۱

قولہ اور ترغیب و ترہیب مین ہی عن انس بن مالک الی قولہ ان لکل قوم عیدا وھذا عیدنا۔ **اقول** ان روایات کے متعلق معترض صاحب نے صفحہ ۳۵ مین یون تقریر کی ہی کہ ان روایتون سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ نماز جمعہ و نماز عیدین تمام امت محمدیہ کے لئے ایک تہوار کا دن ہی اور جب نماز جمعہ اور نماز عیدین تمام امت محمدیہ کے لئے ایک تہوار کا دن ٹھہرا تو اہل قری کو اس تہوار سے محروم رکھنا انصاف کے خلاف ہی۔ **اب مین کہتا ہون** کہ اس نکتہ کو نہ سمجھے حضرت علی رض وغیرہ اور سمجھے تو حضرت معترض۔ بندہ خدا حنفیہ یہ کب کہتے ہین کہ اہل قری کو نماز جمعہ و عیدین پڑھنا ہی نادرست ہی۔ بلکہ حنفیہ یہ کہتے ہین کہ اہل قری قریہ مین نہ پڑھین بلکہ شہرون مین اگر جمعہ و عیدین ادا کرین۔ اگر اسپر عمل کیا جائے تو کیسا مجمع ہو اور کیسی رونق اور کیسی شوکت اسلامی ہو۔ عید منانا نماز پر کیا موقوف ہی۔ کیا مسلمانون مین بغیر نماز تہوار نہین ہوتا۔ عرفہ کے روز کب بجز نماز پنجگانہ کوئی نماز با جماعت مسنون ہی حالانکہ یوم عرفہ بھی مسلمانون کے تہوار کا دن ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے آیۂ اکملت لکم دینکم کے متعلق فرمایا ہو فانزلت فی یوم عیدین فی یوم جمعة ویوم عرفة معترض صاحب کے استدلال وتقریر پر تو بیساختہ ہنسی آتی ہے ہان حضرت اب یہ تو فرمایئے کہ نماز جمعہ ونماز عیدین تہوار کا دن ہو۔ یا جمعہ وعیدین تہوار کے دن ہین۔ نماز کو تہوار کا دن کہنا آپ ہی ایسے ذیعلم کا کام ہے۔

مباحث متعلقہ جواثا

قوله ۳۲ اگر جمعہ کے لئے مصر کی قید کی ضرورت ہوتی تو جواثا مین جمعہ آپکے روبرو قائم نہوتا **اقول** جواثا مین نماز جمعہ اہل جواثا نے عہد نبوی مین بیشک قائم کر لیا تھا مگر یہ دعوی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو قائم ہوا محض غلط ہو عہد نبوی مین قائم ہونا اور بات ہو اور آپکے روبرو قائم ہونا اور بات ہو۔ دونون کے مفہوم مین بڑا فرق ہو۔ معترض صاحب نے کمال دیانت کی وجہ سے عوام کے خوش کرنے کو عہد نبوی کے عوض آپکے روبرو لکھدیا۔ بہرکیف جواثا کا قریہ ہونا جسپر حد مصر صادق نہ آتی ہو ہرگز ثابت نہین۔ اور اگر بالفرض وہ قریہ تھا تو وہان کا جمعہ ہونا نہ تو باذن نبوی ثابت ہو نہ آپ کی تقریر ثابت ہو۔ پس اہل جواثا کا فعل بمقابلہ اخبار صحیحہ مرفوعہ وآثار صحابہؓ ہرگز قابل استدلال نہین **قوله** ۳۳ اور یہ تو مولف کہہ ہی نہین سکتے کہ جواثا کا جمعہ اجتہادی تھا کیونکہ مولف کی وہ تقریر جسکو اُنھون نے دلیل ہشتم کے تحت مین تحریر فرمایا ہو وہ اس بناپر ہو کہ جواثا کا جمعہ اجتہادی نہ تھا۔ اسکے علاوہ اگر جواثا کا جمعہ مولف کے نزدیک اجتہادی ہوتا تو ضرور تھا کہ مولف اسکو بیان کردیتے الخ **اقول** مولف کے نزدیک چونکہ جواثا کی عدم مصریت باطل ہے اسوجہ سے اس جواب دینے کی ضرورت ہی نہین پڑی اور بر تقدیر تسلیم اس امر کے کہ جواثا قریہ تھا نہ شہر مولف کی طرف سے یہ جواب پیش ہی ہوتا۔ بیان نکرنے سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ مولف یہ جواب پیش نہین کرسکتا۔

دیکھئے عاصم بن کلیب کو مولف نے جلاء العینین مین رجال بخاری سے قرار دیا اسپر آپنے نہ تو القول المحلے مین کچھ کلام کیا اور نہ مطلع القمرین مین۔ اب آپنے اس رسالہ مین اسپر کلام کیا ہی جسکا جواب اوپر گزر چکا تو کیا القول المحلے اور مطلع القمرین کی تالیف کے زمانے مین آپنے بھی عاصم بن کلیب کو رجال بخاری سے ہونا تسلیم کر لیا تھا۔ ہمارے معترض صاحب کی تقریرین بھی اجوبہ روزگار سے کچھ کم نہین۔ اور مولف کی کوئی تقریر اسپر ہرگز دال نہین کہ جواثا کا جمعہ اجتہادی نہ تھا۔ یہ محض مولف پر اتہام ہی **قولہ** ہان مولف یہان یہ ضرور کہین گے کہ جواثا شہر تھا نہ کہ قریہ **اقول** بیشک جواثا شہر تھا جسکی چند دلیلین ہین **اولاً** آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے تقریباً اسی برس پیشتر عرب مین جو امرء القیس بہت بڑا نامی شاعر اہل نجد سے گزرا ہی وہ ایک ایسا شعر کہہ گیا ہی جس سے جواثا کی مصریت کما حقہ ثابت ہوتی ہی وہو ہذا ؎

وَرُحْنَا كَأَنَّا مِنْ جُوَاثَا عَشِيَّةً نُعَالِي النِّعَاجَ بَيْنَ عَدْلٍ وَمُحْقَبِ

اس شعر کے متعلق علامہ وزیر ابوبکر نے شرح دیوان امرء القیس مین لکھا ہی وھو موضع یمتار منہ التمر یقول نکانا رحنا بما معنا من الصید والبقر الذی صدناہ من جواثی وذلک ان الرائح منہا یملأ اعدالہ وحقائبہ تمراً وکذلک اعدالنا وحقائبنا قد امتلأت مما صدناہ انتہے کلامہ۔ اب شعر کا مطلب ملاحظہ ہو کہ شاعر اپنی صیدگاہ سے جو بہت شکار لیکر پھرا ہی اسکی تصویر کھینچتا ہی اور کہتا ہی کہ جس طرح تجار جواثا سے چھوہارے لیکر تنگیون اور خرجیون مین بھر کر اونٹون پر لاد لاتے ہین اُسی طرح ہم بھی اعدال وحقائب مین شکار دیکھ بھر کر اونٹون پر لاد کر شام کے وقت اپنی صیدگاہ سے پھرے اُسوقت کثرت شکار اور اونٹون پر لاد کر لانے سے ہم ایسے معلوم ہوتے تھے کہ گویا جواثا سے تمر لاد کر لئے چلے آتے ہین۔ اس شعر سے یہ کماحقہ ثابت ہی کہ جواثا مین تمر کی تجارتگاہ تھی۔ اور تجارتگاہ بھی کیسی کہ بہت ہی بڑی تھی کہ ضرب المثل تھی

عرب مین ایسی تجارتگاہِ تمر یا تو تھی ہی نہین یا بہت ہی کم تھی جبھی ایک بلیغ شاعر نے تشبیہ مین
جواثا کو اختیار کیا ہی۔ پس جب اس شعر سے یہ ثابت ہوگیا کہ جواثا مین تمر کی بہت بڑی تجارتگاہ
تھی تو اس سے ثابت ہی کہ وہان کوچہ و بازار بھی ضرور تھے کیونکہ جہان اتنی بڑی تجارتگاہ ہوگی وہان
کوچہ و بازار کا ہونا لازم ہی۔ اگرچہ بعض بعض چیزون کی تجارت دیہاتون مین بھی ہوتی ہی مگر ایسی
بڑی تجارتگاہ ضرب المثل جب ہوگی تو شہر ہی مین ہوگی یعنی وہان کوچہ و بازار ضرور ہون گے۔
پس ہم نے امرء القیس کے شعر سے جواثا کا شہر ہونا ایسی پُرزور تقریر سے ثابت کر دیا کہ جس کو ذرا بھی
مذاق شعر و سخن ہوگا وہ ہرگز انکار نہین کر سکتا ثانیاً جوہری نے صحاح مین اور زمخشری نے
بلدان مین اور حافظ ابن اثیر نے نہایہ مین لکھا ہی کہ جواثا ایک حصن کا نام ہی جو بحرین مین واقع ہی۔
اور ظاہر ہی کہ قلعہ دشمنون سے محفوظ رہنے کے لئے اکثر شہر یا نواح شہر مین بنایا جاتا ہی۔ اور خود قلعہ
کے اندر فوج وغیرہ کی آسایش کے خیال سے بازار ضرور بس جاتے ہین جس سے خود قلعہ کے اندر مصریت
ہو جاتی ہی۔ چنانچہ کلکتہ وغیرہ کا آباد قلعہ اسپر شاہد ہی۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ ممکن ہی کہ عہد نبوی مین
قلعہ نہو اُسکے بعد کسی نے قلعہ بنوایا ہو یا اُس زمانہ مین بھی قلعہ ہو مگر غیر آباد ہو اُجڑ کر قریہ ہو گیا ہو
جیسا کہ فی زماننا بہت سے قلعے ایسے پائے جاتے ہین تو اُسکا جواب یہ ہی کہ تاریخی واقعات سے ثابت ہی
کہ عہد نبوی مین وہ قلعہ نہایت آباد تھا۔ بعد وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبرؓ
کی خلافت کے زمانہ مین بحرین کے چند نامی قبیلے مرتد ہو گئے تھے علاء بن الحضرمی وہان کے والی تھے اُن سے
اور اُن مرتدین سے ۱۲ھ مین دھوان دھار لڑائی ہوئی۔ پہلے مسلمانون کو شکست ہوئی اور جواثا
کے قلعے مین جا کر پناہ لی چنانچہ حافظ ابوبکر بن مردویہ اپنی کتاب **معجم البلدان** مین لکھتے ہین۔

فخرج العلاء علیہم بمن انضم الیہم من العرب والعجم فقاتلہم قتالا
شدیدا ثم ان المسلمین لجأوا الی حصن جواثا فحاصرہم فیہ عدوہم

فی ذلک یقول عبد اللہ بن حذق الکلابی ؎

الا ابلغ ابا بکر الوکا	وفتیان المدینۃ اجمعینا
فھل لک فی شباب منک امسوا	اساریٰ فی جواث محاصرینا

ان دونون شعرون کا مطلب یہ ہے کہ شاعر کہتا ہے کہ آگاہ ہو کہ تو پہونچادے ابوبکر کو پیغام اور تمام جوانان مدینہ کو۔ آیا تیرے لئے کچھ تدبیر ہے اپنے اُن جوانون کے بارے مین جو قیدی ہو گئے ہین جواثا مین قلعہ بند ہو کر حافظ ابن مردویہ کے قول سے اور اُس زمانے کے شاعر کے شعر سے یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ جواثا کا قلعہ اُس زمانے مین آباد تھا اور مستحکم اور بکار آمد قلعہ کی جو شان ہوتی ہے اُسوقت اُسمین موجود تھی کہ مسلمانون نے اُس مین پناہ لی۔ بلکہ یہان تک ثابت ہے کہ اہل اسلام اُسمین بہت دنون تک محصور رہے۔ چنانچہ علامہ سبط ابن جوزی نے مرآۃ الزمان مین لکھا ہے ثم نازل العلاء حصن جواثا مدۃ پس ایسا قلعہ جہان بہت دنون تک محصور اور دشمنون سے محفوظ رہ سکین اُسکے اندر مصریت ضرور ہے۔ ثالثاً جواثا کی نسبت یہ کہا گیا ہے کہ چار ہزار سے زیادہ آدمی وہان رہتے تھے علامہ عینی نے شرح بخاری مین لکھا ہے حتی قیل کان یسکن فیھا اربعۃ الآف ظاہر ہے کہ جہان اتنے آدمی رہتے ہین وہان کوچہ و بازار بھی ضرور ہوا کرتے ہین جس سے مصر ہونا ثابت ہے۔ رابعاً اہل جواثا کے اسلام لانے کے قبل اہل اسلام مختلف قریٰ مین یقیناً رہتے تھے اگر اہل قریٰ پر نماز جمعہ واجب تھی تو مدینہ کے بعد پہلی نماز جمعہ اُن مواضعات مین قائم ہو جاتی جو مدینہ سے دو چار دس بیس کوس کے فاصلے پر تھے اور جواثا جو مدینہ سے منزلون دور ہے وہان پہلی نماز جمعہ نہوتی اور حدیث مین آیا ہے کہ مدینہ کے بعد پہلی نماز جمعہ جواثا مین ہوئی جس سے یقیناً ثابت ہے کہ جواثا شہر تھا چونکہ وہان کے باشندے دوسرے اہل شہر سے پیشتر اسلام لائے اور دوسرے شہر والے باشندے اسلام لانے مین اہل جواثا سے موخر تھے اسوجہ سے مدینہ کے بعد پہلی نماز جمعہ جواثا مین ہوئی غرضکہ بخاری کی حدیث سے ہی جواثا کا شہر ہونا ثابت ہوتا ہے

خامساً ابو عبید بکری نے اپنے معجم مین لکھا ہی ھی مدینۃ بالبحرین لعبد القیس
اسی طرح شیخ ابو الحسن لخمی اور صاحب مبسوط نے جواثا کو مدینہ لکھا ہی۔ یہ پانچون دلیلین ایسی ہین جن کو
دیکھکر کوئی اہل فہم وصاحب انصاف جواثا کے شہر ہونے سے ہرگز انکار نہین کرسکتا **قولہ** لیکن جبکہ
جواثا کا قریہ ہونا خود بقول ابن عباس ثابت ہی الخ **اقول** ابو داؤد کی وہ روایت جو بطریق وکیع
عن ابراہیم بن طہمان عن ابی جمرہ عن ابن عباس مروی ہی اور اسمین لجواثا قریۃ من قری البحرین
مروی ہی تو یہ ٹکڑا قریۃ من قری البحرین ابن عباس کا قول ہونے مین کلام ہی۔ امام بخاری نے
جو اس روایت کو کتاب الجمعہ مین بطریق ابو عامر العقدی عن ابراہیم بن طہمان عن ابی جمرہ
عن ابن عباس اخراج کیا ہی اسمین لجواثی من البحرین ہی۔ اسمین قریۃ کا لفظ نہین ہی۔ اس روایت سے
صرف اتنا ثابت ہوتا ہی کہ جواثا بحرین کے علاقہ مین ہی۔ اور امام بخاری نے جو اس روایت کو کتاب المغازی
مین اخراج کیا ہی تو اسکے آخر کا ٹکڑا یون مروی ہی فی مسجد عبد القیس لجواثی یعنی قریۃ من البحرین
یعنی کے لفظ سے ثابت ہوتا ہی کہ قریۃ من البحرین ابن عباس کا قول نہین ہی بلکہ کسی راوی کا ہی۔
پس یہ دعوی کہ یہ ابن عباس کا قول ہی باطل ہوگیا **قولہ** تو اب دوسرے کے قول کو ایک جلیل القدر
صحابی کے مقابلہ مین پیش کرنا سخت جہالت اور بے ادبی اور گستاخی اور ضعف ایمان کی دلیل ہی۔
اقول اولاً ہم ثابت کرچکے کہ یہ صحابی کا قول نہین ہی **ثانیاً** اگر ابن عباس ہی کا قول تسلیم کرلیا
جائے تو جواثا کے قریہ بمعنی لغوی ہونے سے کسی کو انکار نہین۔ اور معترض صاحب نے جو جہالت وغیرہ کی
نسبت اپنا قلم جولان کیا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ انطاکیہ اور طائف وغیرہ پر قرآن پاک مین قریہ کا
اطلاق آیا ہی پس حسب فہم معترض شہر انطاکیہ وشہر طائف کہنا سخت جہالت اور بے ادبی اور
گستاخی اور ضعف ایمان کی دلیل ہوگی **قولہ** اسکے علاوہ ممکن ہی کہ جن لوگون نے جواثا کو مدینہ لکھا ہی
بعد مین مدینہ ہوگیا ہو الخ **اقول** ہم اوپر ثابت کرچکے کہ عہد نبوی مین اور اسکے قبل وبعد بھی

جو اثنا شہر تھا۔ اور امکان کو تو بہت کچھ دخل ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عہد نبوی مین شہر ہو اور اُسکے بعد اجڑ کر ابراہیم بن سلیمان کے زمانہ مین جو دوسری صدی کے راوی ہین قریہ ہو گیا ہو **قولہ** وھذا لاینافی کونھا قریۃ **اقول** شکستہ حال قلعہ تو البتہ قریہ ہونے کے منافی نہین مگر جب ہم نے معجم البلدان سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ قلعہ عہد نبوی مین آباد اور ہر طرح مستحکم اور قابل پناہ تھا تو بیشک قریہ ہونے کے منافی ہے۔ آجتک کوئی قلعہ ایسا پایا نہین جاتا جسکی دیوارین مضبوط۔ پھاٹک موجود سامان رسد اُسمین طیار پھر بھی وہان کوچہ و بازار نہون **قولہ** یہ تاویل اُسوقت درست ہو سکتی ہے جبکہ مولف پہلے جو اثنا کا مدینہ ہونا آنحضرت کے عہد مبارک مین ثابت کر لین **اقول** مولف نے بفضلہ تعالیٰ اسکو ثابت کر دیا۔ اب آپ کو تسلیم کرنے مین کیا عذر ہے۔

مصر اور مصر جامع مین فرق اور انکی تعریفین

قولہ اسپر کیا دلیل ہے کہ مکہ و طائف پر قریہ کا اطلاق باعتبار معنی لغوی ہے اسواسطے کہ یہ بات مولف اُسوقت کہہ سکتے ہین جبکہ مولف پہلے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کی تعریف مصر کو ذکر کرلین کیونکہ ان آئمہ کی تعریف کے روسے مکہ و طائف قبل الفتح مصر نہین ٹھہرتا **اقول** ان ائمہؒ کے نزدیک شرط جمعہ فقط مصر نہین ہے بلکہ مصر جامع ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ سے ثابت ہے اور حضرت علیؓ کے اثر مین بھی مصر جامع کا لفظ ہے۔ کتب فقہ مین جہان کہین شروط جمعہ کے باب مین مصر کا لفظ آیا ہے اور جامع کی قید نہین اُس سے مراد مصر جامع ہے اور مصر و مصر جامع ان دونون کے مفہوم مین ویسا ہی فرق ہے جیسا کہ مسجد اور مسجد جامع کے معنون مین فرق ہے۔ آئمہ نے جہان کہین مصر جامع کی حد لکھی ہے اُسمین مصریت ضرور معتبر ہے کیونکہ مقید مین مطلق کا مفہوم ضرور ہوتا ہے۔ وجود مقید بدون وجود مطلق محال ہے۔ مصر اور قریہ ان دونون مین وجود ابنیہ ضرور ہے جہان کہین ابنیہ نہونگے وہ نہ مصر ہے نہ قریہ۔ اور فارق میان مصر و قریہ

صرف وجود سکک و اسواق ہے یہی وجہ ہے کہ منا جو ایک قریہ ہے جہان بازار نہین موسم حج مین بازار
بس جانے کی وجہ سے مصر ہو جاتا ہے اور اس زمانے مین وہان جمعہ درست ہو جاتا ہے غرضکہ جہان کہین
سکک و اسواق پائے جاوینگے وہ ضرور مصر ہے۔ وجود والی وغیرہ شہر ہونے کے لئے ہرگز شرط نہین
یہ سب عوارض شہر سے ہین اسکے وجود و عدم کو شہر ہونے اور نہونے مین ہرگز دخل نہین۔ دیکھئے
قرآن پاک مین چند جگہ مکہ معظمہ پر بلد کا اطلاق آیا ہے جیسے لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَأَنتَ
حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ۔ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ۔ ان آیات کریمہ مین جو لکھی ہین
بلد سے مکہ معظمہ مراد ہے حالانکہ وہان قبل الفتح کوئی والی نہین تھا۔ اسی طرح مصر و قسطنطنیہ و کوفہ
و بغداد و دمشق قبل الفتوح بھی باوجود عدم اقامت حدود شرعیہ بالاتفاق شہر کہلاتے تھے جنکے
شہر ہونے سے کوئی انکار نہین کرسکتا۔ اسی طرح جس شہر مین حاکم ہو اگر وہ وہان سے کہین باہر چلا جاوے تو وہ
شہر ہی رہیگا۔ غرضکہ بجز وجود ابنیہ و سکک و اسواق کوئی دوسری چیز ذاتیات شہر سے ہونے کی
صلاحیت نہین رکھتی۔ قلعہ محکمہ عدالت تھانہ وغیرہ عوارض شہر سے ہین۔ جہان کہین کوچہ و بازار
ہین مگر عوارض شہر بہت ہی کم ہین اسکو اصطلاح متاخرین مین قصبہ کہتے ہین اور اگر عوارض شہر وہان
کچھ بھی نہین تو باعتبار معنی لغوی بیشتر اسپر قریہ کا اطلاق ہوتا ہے مگر حقیقت مین مصر ہے۔ کیونکہ ہم اوپر
ثابت کرچکے کہ مصر وہی ہے جہان کوچہ و بازار ہون۔ اب رہگیا جامع اسکا اطلاق مختلف
معنون مین آتا ہے۔ جامع کے لغوی معنی گرد آرندہ کے ہین کبھی اسکا اطلاق ذات الجماعۃ پر ہوتا ہے اور
کبھی ذات الجمعہ کے معنون مین مستعمل ہوتا ہے وقس علی ہذا۔ غرضکہ چونکہ یہ لفظ کثیر المعنے ہے اسوجہ سے مصر جامع
کی تفسیر مین ائمہ مین اختلاف پیدا ہو گیا۔ فقہانے ہمارے ائمہ رح سے جو مصر جامع کی حد نقل کی ہے تو اکثر
جامع کی تفسیر پر اکتفا کی ہے۔ اور مصر چونکہ متعارف ہے انکی تفسیر سے اغماض کیا ہے۔ مگر پھر بھی اکثر تفسیرین
ایسی ہین جن سے سکک و اسواق خود نکل آتے ہین۔ چنانچہ صاحب ہدایہ نے جو امام ابو یوسف رح سے

یہ پہلی روایت نقل کی ہو والمصر الجامع کل موضع لہ امیر و قاض ینفذ الاحکام
و یقیم الحدود۔ یہ تفسیر صرف جامع کی ہو مگر یہ تفسیر ایسی ہو جس سے وجود سکک و اسواق بھی نکل آتا ہو
کیونکہ محکمہ عدالت و قضاء وہین ہوتا ہو جہان کوچہ و بازار بھی ہوتے ہین۔ اور اسی تفسیر کے قریب قریب
وہ تفسیر ہو جسکو علامہ عینی نے بنایہ صـ۹۸۳ مین امام ابوحنیفہ سے نقل کیا ہو وہ لکھتے ہین فعن ابی حنیفة
ہو ما یجتمع فیہ مرافق اہلہ دنیاً و دیناً۔ مرافق دینی یعنی حوائج الدین وہی امیر و قاضی
وغیرہ ہین چنانچہ بنایہ مین بحوالہ مستقصی حوائج الدین کی تفسیر لکھی ہو وھو القاضی والمفتی
والسلطان۔ بہرکیف یہ تفسیر مصریت کو لازم ہو یا یون کہئیے کہ لفظ موضع اور کلمہ ما سے مراد مصر ہے
اسی طرح امام ابویوسف سے جو یہ دوسری روایت منقول ہو انہم اذا اجتمعوا فی اکبر
مساجدهم لم یسعهم۔ یہ بھی صرف جامع کی تفسیر ہو۔ اصل یہ ہو کہ مصر جامع مین جامع
بمعنی ذات الجماعة لیا ہو اور جماعت کی تعداد کا یہ اندازہ بتایا ہو۔ اس تفسیر مین اگر وجود تعدد مساجد
بھی معتبر ہو جیسا کہ ظاہر عبارت سے مفہوم ہوتا ہو تو اُسی سے وجود سکک و اسواق بھی نکل آتا ہو کیونکہ
چند مسجدین وہین ہوا کرتی ہین جہان کوچہ و بازار بھی ہوتے ہین مگر بعد غور و تحقیق ظاہر ہوا کہ حقیقت
مین تعدد مساجد معتبر نہین بلکہ یہ مراد ہو کہ جامع وہ مقام ہو جہان کے مکلفین کی جماعت اسقدر ہو
کہ اگر وہان چند مسجدین ہون تو وہان کی سب سے بڑی مسجد مین اُنکی گنجائش نہو سکے۔ اور اگر وہان
چند مسجدین نہون تو وہان یا وہان کے اطراف و جوانب مین جو بڑی مسجد ہوگی تعداد جماعت مین
اُسی کا اعتبار ہوگا۔ اور عدم اعتبار تعدد مساجد کی دلیل یہ ہو کہ اولاً امام ابویوسف رح کے
نزدیک بزمانہ حج منا مین جمعہ جائز ہو۔ حالانکہ وہان چند مسجدین نہین۔ البتہ موسم حج مین وہان
بازار بس جاتا ہو جسکی وجہ سے مصریت صادق آتی ہو۔ پس اگر تعدد مساجد کی شرط معتبر رکھی جاے
تو امام ابویوسف رح کی یہ تفسیر وہان صادق نہین آتی۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا ہو کہ وجود تعدد مساجد

بھی اُنکے نزدیک معتبر ہو اور پھر بھی وہ منا مین نماز جمعہ کے قائل ہون۔ پس اس سے صاف ثابت ہو
کہ انکے نزدیک اس تفسیر مین تعدد مساجد شرط نہین ہو ثانیًا بعض علما کے قول سے صراحۃً
ثابت ہوتا ہو کہ تعدد مساجد شرط نہین ہو چنانچہ علامہ عبد الرحمن مفتی مکہ معظمہ نے اپنے فتوی مطبوعہ
سلطانی واقع مکہ معظمہ مین لکھا ہو فعلم من ھذا ان کل موضع من المواضع المذکورۃ
اذا کان فیہ مسجد او مساجد اکبرھا لا یسع اھلہ المکلفین بھا فھو مصر جامع۔
غرضکہ وجوہ مذکورہ بالا سے ثابت ہو کہ اس تفسیر مین وجود مساجد شرط نہین ہو بلکہ مقصود یہ ہو کہ وہان
کے مکلفین کی جماعت اتنی زیادہ ہو کہ بڑی مسجد مین اُنکی گنجائش نہین ہوسکتی ہو۔ جب اتنی جماعت
ہوگی تو وہ جامع ہوگا۔ اور مصر جامع جب ہوگا کہ وہان مصریت بھی پائی جائیگی یعنی وہان کوچہ و
بازار بھی ہونگے۔ اور امام ابوحنیفہ رح سے بقول معتبر مصر یعنی مصر جامع کی جو تفسیر منقول ہو اُس مین
حد مصر وعوارض شہر بھی مذکور ہین اور جامع کی بھی تفسیر ہو چنانچہ علامہ عینی وصاحب فتح القدیر نے
امام ابوحنیفہ رح سے یہ تفسیر نقل کی ہو ھو بلدۃ کبیرۃ فیھا سکک واسواق ولھا
رساتیق ووال ینصف للمظلوم من الظالم وعالم یرجع الیہ فی الحوادث انتہی
اسمین فیھا سکک واسواق حد مصر ہو اور لھا رساتیق عوارض شہر سے ہو جسکے وجود
وعدم کو مصر جامع ہونے مین کچھ دخل نہین کیونکہ اولاً منا مین بزمانہ حج امام ابوحنیفہ رح کے
نزدیک نماز جمعہ جائز ہو۔ حالانکہ منا کے متعلق گاؤن نہین ہین ثانیًا علامہ عینی نے بنایہ مین
جو امام ابوحنیفہ سے یہ روایت نقل کی ہو کل بلدۃ فیھا سکک واسواق ووال ینصف للمظلوم
من ظالمہ وعالم یرجع الیہ فی الحوادث۔ اس روایت مین لھا رساتیق کی قید نہین
جس سے ثابت ہو کہ یہ عوارض شہر سے ہو اسکو نہ مصریت مین دخل ہو نہ جامعیت مین۔ باقی رہے
والی وعالم وہ جامع کی تفسیر ہو خلاصہ یہ کہ نماز جمعہ کے لئے مصر جامع شرط ہے اور مصر وہی ہو جہان

ابنیہ و کوچہ و بازار ہون۔ جہان کوچہ و بازار نہین وہ مصر نہین وہان نماز جمعہ درست نہین گو وہان
مسجد جامع باذن حاکم بنائی گئی ہو یا وہان کسی ضرورت سے چند روز کے لیے امیر و قاضی و
حاکم آگئے ہون یا وہان اتنے مسلمان مکلف ہون کہ بڑی مسجد مین انکی گنجائش نہین ہو سکتی ہو۔ ان
بعض صورتون مین گو وہ مقام جامع ہی مگر بوجہ عدم وجود سکک و اسواق مصر جامع نہین ہی جو
صحت نماز جمعہ کے لیے شرط ہی۔ اور اگر کوچہ و بازار ہین تو وہ مقام مصر ہی اُسوقت دیکھنا ہو گا
کہ جامع ہی یا نہین اگر وہان قاضی و امیر و سلطان ہین تو وہ بیشک مصر جامع ہی۔ اور اگر قاضی
وغیرہ نہین مگر وہان حاکم و عالم ہین تو موافق تفسیر امام ابی حنیفہ رح وہ بھی مصر جامع ہی اور اِس
قول کو بہت سے فقہا نے اصح کہا ہی اور اگر حاکم و عالم نہین مگر وہان کے مکلفین نمازی ہون یا
غیر نمازی اُنکی جماعت کی تعداد اسقدر ہی کہ بڑی مسجد مین اُنکی گنجائش نہین ہو سکتی تو موافق
تفسیر ثانی امام ابو یوسف رح وہ مصر جامع ہی۔ اور یہی قول اکثر فقہا کا مفتی بہ ہی۔ **واضح** ہو کہ
یہی چند تفاسیر مذکورہ بالا ایسی ہین کہ اصح یا مفتی بہا ہین باقی تفسیرین جو بعض بعض اہل تصانیف
سے منقول ہین جو بیشتر قیل و روی ایسے کلمات تمریض کے ساتھ مروی ہین۔ وہ سب
غیر معتبر ہین۔ با اینہمہ اگر اُن مین وجود سکک و اسواق معتبر ہی تو خیر ورنہ بالکل غلط ہین کیونکہ
باتفاق ائمہ حنفیہ نماز جمعہ کے لئے مصر جامع شرط ہی اور اثر علی رض جو اس باب مین نص صریح اور
باسناد صحیح مروی ہی اسمین بھی مصر جامع ہی اور مصر جامع بدون مصریت ہو نہین سکتا۔ اور مصریت
کے لئے وجود سکک و اسواق ضروری ہی اب ہماری تمام تقریرون سے **اولاً** معترض جناب کا یہ اعتراض کہ
کہ اُن ائمہ رح نے جو مصر کی تعریف کی ہی وہ مکہ پر قبل الفتح صادق نہین تھی بالکل مدفوع ہو گیا۔
کیونکہ اُن ائمہ رح نے جو تعریفین کی ہین وہ مطلق مصر کی نہین بلکہ مصر جامع یا جامع کی جو مکہ معظمہ پر
قبل الفتح بیشک صادق نہین تھین۔ مگر بوجہ وجود سکک و اسواق حد مصر اُسپر ضرور صادق تھی

ثانیاً جو بوجہ عدم فرق مصر و مصر جامع یہ بات مشہور ہو گئی ہے کہ ائمہ رح نے مصر کی ایسی تعریفین
کی ہین کہ بڑے بڑے شہر قریہ اور چھوٹے چھوٹے قریے شہر ہو جاتے ہین جن کو دل ہرگز قبول نہین
کرتا وہ سب خیالات باطل ہو گئے اور اس بحث مین جو گتھیان پڑ گئی تھین وہ سب حل ہو گئین
اور نہایت پرزور دلیلون سے مصر و غیر مصر مین فرق بین دکھا دیا گیا ھذا ما الھمنی ربی الحمدللہ علیٰ ذالک

بقیہ مباحث دلیل ہفتم

قولہ [۳۳] اسکے علاوہ ہم کسی عبادت مفروضہ مین یہ نہین دیکھتے کہ وہ اہل شہر پر واجب ہے اور
اہل قریہ اس سے مستثنےٰ ہین الخ اقول ہم بھی کسی رکن مین ارکان اسلام مین سے یہ نہین دیکھتے کہ مردان
پر فرض اور عورتین مستثنےٰ ہون۔ دیکھو نماز پنجگانہ صوم رمضان حج و زکوٰۃ۔ ان تمام ارکان
مین مرد او رعورت برابر ہین یعنی دونون پر یہ سب ارکان فرض ہین مگر پھر بھی جمعہ عورتون پر فرض نہین
قولہ [۳۴] ہم نہین سمجھتے کہ جمعہ مین یہ تفریق کیون پیدا ہو گئی اقول ہماری اوپر کی تقریر دن سے وجہ تفریق
کماحقہ ثابت ہو چکی کہ اگر اہل قری کو امصار مین آکر جمعہ ادا کرنے کا حکم وجوباً دیا جاتا تو تکلیف
مالا یطاق تھی اور اگر اُن کو اپنے اپنے قریہ مین اقامت جمعہ کا اذن دیا جاتا تو نماز پنجگانہ کے
اعتبار سے زیادتی جماعت کی متصور نہین تھی بلکہ تقلیل و تفریق جماعت لازم آجاتی قولہ [۳۵] مین سچ
کہتا ہون کہ اگر حنفیہ باوجود اسکے اپنے اس قول سے باز نہ آئینگے تو وہ اہل قری جو آج ان
حنفیہ کی تحریر سے جمعہ چھوڑ بیٹھے ہین وہ قیامت کے دن علی رؤس الخلائق انکا دامن ضرور پکڑینگے اقول
حنفیہ تو قیامت مین اپنے امام عالیمقام رح اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم
اور جناب رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دامن پکڑ لینگے بس بیڑا پار ہو مگر ہمین تو اسکی فکر ہو
کہ حضرات غیر مقلدین جو جمہور اہل اسلام کے خلاف اس امر کے قائل ہین کہ نماز جمعہ ہر جگہ درست ہے

جسکی وجہ سے جمعہ جو جامع الجماعات ہو اسمین سخت تفریق پیدا ہو گئی ہو اگر وہ باوجود دعوی اتباع سنت
اپنے اس قول سے باز نہ آئین گے تو قیامت مین خدا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائینگے
اسکے علاوہ معترض صاحب کے نزدیک مسافر پر بھی جمعہ فرض ہو مگر ان کے بعض اکابر مذہب جیسے
علامہ ابن قیم وغیرہ اور ان کے مجتہد مطلق جنکی فرمایش سے یہ رسالہ لکھا ہو یہ لوگ مسافر پر جمعہ کی فرضیت
کے قائل نہین پس حسب زعم معترض صاحب یہ لازم آتا ہو کہ جن مسافرون نے ان حضرات کی تحریر کی
وجہ سے ترک جمعہ کیا ہو وہ قیامت مین انکا دامن ضرور پکڑین گے دیکھین معترض صاحب اس کشاکش
سے کیونکر نجات پاتے ہین **قولہ** ۴۵ مولف کے اس قول سے حق ظاہر ہو گیا وہ یہ کہ زمانہ نبوی مین
بعض اہل قریہ مکلف باقامت جمعہ فی القری تھے اور وہ اہل قریہ وہی ہونگے جو حوالی مدینہ سے
خارج ہین الی قولہ الحمد للہ کہ مولف کے ایک لفظ کل سے مولف کی کل تقریرین ہباءً منثورا ہو گئین۔
اقول ماشاء اللہ علم وفہم ہو تو ایسا ہو اور استعداد ہو تو ایسی ہو۔ مولف کے اس کہنے سے
کہ اگر زمانہ نبوی مین کل اہل قریہ مکلف باقامت جمعہ ہوتے تو حضرت علی رض پر یہ امر مخفی نہین رہسکتا تھا
یہ کیونکر ثابت ہو گیا کہ بعض اہل قریہ مکلف باقامت جمعہ فی القری تھے۔ ہمارے معترض صاحب کی
یہ تقریر محض عامیانہ ہو کیونکہ **اولاً** سلب کل مستلزم ایجاب بعض کو نہین ہو مثلاً اگر کوئی یہ کہے
کہ کل انسان حجر نہین ہین تو اس سے یہ نہین نکلتا کہ بعض انسان حجر ہین۔ مولف کی عبارت سے
صرف اسقدر نکلتا ہو کہ عہد نبوی مین کل اہل قری مکلف باقامت جمعہ نہ تھے جیسا کہ حضرات
غیر مقلدین کا دعوی ہو۔ رہی یہ بات کہ بعض اہل قری مکلف تھے یا نہ تھے اس سے یہان سکوت ہے
ثانیاً اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس عبارت سے یہ نکلتا ہو کہ عہد نبوی مین بعض اہل قری مکلف
باقامت جمعہ تھے تو مولف کے خلاف کب ہو جو قریہ کہ فنائے مصر سے ہوتا ہو وہان کے رہنے والونکو
مکلف باقامت جمعہ حنفیہ کہتے ہی ہین **قولہ** ۴۶ اب اس سے بڑھکر کیا پکڑ ہو گی **اقول** ایک تو جہل گرفت

اُسپر یہ تعلی پھر طرہ یہ کہ لفظ کیسا خوبصورت۔ مجھے تو معترض صاحب کی ایسی وحشیانہ پکڑ کے جواب لکھنے مین شرم آتی ہی **قولہ** علامہ شوکانی نے جو نیل الاوطار مین یہ لکھا ہی وللاجتہاد فیہ مسرح فلا ینتھض للاحتجاج بہ بہت ٹھیک لکھا ہی۔ رہا سبب اجتہاد سو اسکو حضرت علیؓ ہی جانین **اقول** معترض صاحب نے تو خوب کہی کہ حضرت علیؓ ہی جانین۔ اگر ایسا ہی کہنا ہی تو ہر قول صحابہ رضؓ کی نسبت جو مالا یدرک بالرای سے ہی کہہ سکتے ہین کہ یہان اجتہاد کو دخل ہی اور وجہ اجتہاد قائل جانے۔ جسکا یہ دعوی ہو کہ یہان اجتہاد کو دخل ہی تو اُسکو مقیس علیہ ضرور بیان کرنا چاہیئے علی الخصوص ایسی حالت مین کہ خصم نے استفسار کیا ہو کہ اسمین کون سے اجتہاد کو دخل ہی جسمین احتمال خطا ہونے سے قابل احتجاج نہین۔ معترض صاحب کا مقیس علیہ بیان نکرنا صاف اسپر دال ہی کہ یہان اجتہاد کو دخل نہین ہی۔ معترض صاحب اگر کوئی مقیس علیہ نکالین گے تو اُنکے دعوے کے ضرور خلاف واقع ہوگا۔ المختصر علامہ شوکانی کا یہ دعوی محض غلط ہی۔ اور بیشک قول حضرت علی رضی اللہ عنہ مالا یعقل بالرای سے ہے جسکی وجہ سے حکماً یہ قول مرفوع ہے۔

مباحث متعلقہ دلیل ہشتم

قولہ یہ اثر بھی مولف کے دعوے کے موافق نہین بلکہ مولف کے دعوے کے مخالف و مزاحم ہی **اقول** یہ تو حضور کا سخن تکیہ ہی جا بیجا یونہین ارشاد ہوا ہی بہرکیف پہلے ہم اسکو ثابت کرنا چاہتے ہین کہ قدوم وفد عبدالقیس کس سنہ مین ہوا تھا اُسکے بعد ہم آپکی باتون کا جواب باصواب لکھدیتے ہین اسمین تو کوئی کلام ہی نہین کہ آیہ تحریم خمر نازل ہو چکی تھی اور ہجرت کو کم سے کم دو تین برس ضرور گزر چکے تھے اور صحیح بخاری کی بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہی کہ ام سلمہ رضؓ کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو چکا تھا۔ اور اُنکا نکاح آپکے ساتھ علی الارجح ۴ھ مین ہوا تھا پس قدوم وفد عبدالقیس

سنہ ۷ھ کے قبل ہو نہین سکتا۔ اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ثامن مین لکھا ہے کہ عبدالقیس کے دو وفادے ہوئے تھے ایک فتح مکہ کے قبل سنہ ۸ھ مین یا اسکے قبل اور دوسرا بعد الفتح سنۃ الوفود مین۔ اب مین کہتا ہون کہ سنہ ۵ھ کے بعد پہلا وفادہ تھا کیونکہ مسند امام احمد بن حنبل جلد اول[۳۶۱] مین جو واقعہ عبدالقیس باسناد صحیح بطریق قتادہ عن سعید بن المسیب و عن عکرمہ عن ابن عباس مروی ہے اُسمین حکم حج بھی باین الفاظ مذکور ہے وان یحجوا البیت اور حج علی الاصح سنہ ۶ھ مین فرض ہوا تھا جسکا خود معترض صاحب کو اقرار ہے پس قدوم وفد عبدالقیس سنہ ۶ھ مین یا اسکے بعد ہوا ہے اور حافظ ابن حجر نے یہ تصریح کی ہے کہ وفد عبدالقیس جب مدینہ سے واپس گئے تو اپنے یہان جمعہ قائم کیا اور معترض صاحب کے نزدیک فرضیت جمعہ بعد نزول سورہ جمعہ ہوئی ہے اور ہم آگے چلکے ثابت کر دینگے کہ نزول سورہ جمعہ کے وقت ابوہریرہ رض مسلمان ہو چکے تھے اور اسلام ابوہریرہ سنہ ۷ھ مین واقع ہوا ہے پس معترض صاحب کو یہ ماننا پڑیگا کہ جواثا مین جمعہ سنہ ۷ھ مین یا اسکے بعد قائم ہوا اور واقدی نے کہا ہے کہ سنہ ۸ھ مین قبل الفتح ان کا قدوم ہوا تھا کما فی الفتح۔ واقدی اگرچہ روایت حدیث مین مجروح ہین مگر سیر و مغازی مین وہ امام الفن تسلیم کر لئے گئے ہین۔ پس جب تک کوئی نص صریح قول واقدی کے خلاف نہ پایا جائیگا اُسوقت تک قول واقدی قول ابن حجر وغیرہ پر ضرور مقدم مانا جائیگا۔ اور قول واقدی کے خلاف کوئی نص ہرگز نہین ہے پس یہ ضرور ماننا پڑیگا کہ قدوم وفد مذکور سنہ ۸ھ مین قبل الفتح واقع ہوا تھا۔ اور اس اثنا مین ہزارون اشخاص مشرف باسلام ہو چکے تھے چنانچہ غزوہ بدر صغریٰ مین جو سنہ ۴ھ مین واقع ہوا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پندرہ سو آدمی ہمراہ تھے۔ اہل اسلام مین سے جو لوگ اپنے گھر رہ گئے اُنکا ذکر نہین۔ اسی پر قیاس کر لیجیے کہ سنہ ۸ تک مین کتنے اشخاص ایمان لا چکے ہونگے **قولہ**[۳۶] اسواسطے کہ اس روایت کے مضمون سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ علاوہ مدینہ وجواثا دیگر مواضع مین بھی جمعہ ہوتا تھا **اقول** اگر مواضع سے معترض صاحب کی مراد

قری مین تو معترض صاحب کا یہ دعوی محض غلط ہے۔ اس روایت کو اس امر سے کچھ علاقہ نہین اور اگر مواضع سے عام مقام مراد ہے تو یہ کہتا ہے کون ہے کہ عہد نبوی مین مدینہ و جواثا کے سوا کسی دوسرے شہر مین جمعہ قائم نہین ہوا **قولہ** چونکہ جواثا کا جمعہ سب جگہون سے پہلے قائم ہوا تھا لہذا حضرت ابن عباس رض نے تاریخًا یہ بات بیان کر دی کہ مسجد نبوی کے جمعہ کے بعد جو جمعہ قائم ہوا وہ جواثا مین تھا۔ یعنی دیگر مواضع کے جمعہ اسکے بعد ہین دیگر مواضع کے جمعہ اسوجہ سے بعد ہین کہ ان مواضع کے اہالیان وفد عبد القیس کے بعد مسلمان ہوئے ہین حافظ ابن حجر فتح الباری مین لکھتے ہین ویدل علی سبقھم الی الاسلام ما رواہ المصنف الی قولہ فدل علی انھم سبقوا جمیع القری الی الاسلام **اقول** یہ دعوی کہ اہل قری مین سب سے پہلے اہل جواثا اسلام لائے محض غلط ہے ہجرت کے بعد کا کیا ذکر قبل ہجرت بھی باہر کے لوگ اسلام لائے ہین چنانچہ سیرت حلبیہ مین لکھا ہے ثم قدم علیہ صلے اللہ علیہ وسلم وھو بمکۃ وفد نجران وھم قوم من النصاری الی قولہ ثم استجابوا لہ وامنوا بہ وعرفوا منہ ما ھو موصوف بہ فی کتابھم۔ پس اس قول سے صاف ثابت ہے کہ یہ دعوی کہ قبل عبد القیس کسی قریہ کے لوگ مسلمان نہین ہوئے تھے محض غلط ہے۔ عجب نہین کہ حافظ کا یہ مطلب ہو کہ قریہ کا قریہ جو سب سے پہلے مسلمان ہوا وہ اہل جواثا ہین۔ پس اس تقدیر پر متفرق طور پر دوسرے اہل قری کے مسلمان ہونے سے انکار نہین نکلتا۔ اسکے علاوہ حافظ ابن حجر کا استدلال اس امر پر موقوف ہے کہ جمعہ اہل قریہ پر بھی واجب تھا اور بحالت عدم تسلیم ہرگز اہل جواثا کی سبقت الی الاسلام نہین نکلتی کیونکہ خصم یہ کہہ سکتا ہے کہ اہل جواثا کے پہلے بہت سے اہل قری مسلمان ہو چکے تھے مگر بوجہ عدم مصریت کسی قریہ مین نماز جمعہ قائم نہین ہوئی جب اہل جواثا مسلمان ہوئے تو چونکہ جواثا شہر تھا اسوجہ سے انھون نے جمعہ اپنے یہان قائم کیا۔ اور چونکہ اہل جواثا کے پیشتر اہل مدینہ طیبہ کے سوا کسی شہر کے

باشندے مسلمان نہین ہوئے تھے۔ اسوجہ سے مدینہ طیبہ کے سوا کسی شہر مین جمعہ قائم نہین ہوا پس مدینہ کے بعد جو پہلا جمعہ ہوا وہ جواثا مین ہوا۔ دوسرے شہرون مین اُسکے بعد جمعہ قائم ہوا۔ غرضکہ حافظ کا استدلال ہرگز صحیح نہین۔ پس معترض صاحب نے حافظ کے قول پر جو کچھ تفریع کی ہے وہ سب بناء فاسد علی الفاسد ہے **قولہ** جب وفد عبدالقیس تمام اہل قریٰ پر سابق الاسلام ہین تو مولف کا یہ نتیجہ کہ اُس مدت کے اندر سیکڑون اہل عوالی و قریٰ مسلمان ہو چکے تھے" حافظ ابن حجر کے اس قول سے طشت ازبام ہوگیا **اقول** جب حافظ کا قول غلط ثابت ہوگیا تو مولف کا نتیجہ اپنی جگہ پر بہت صحیح ہے **قولہ**[۳۷] اسکے علاوہ یہ نتیجہ مولف کا اگر باعتبار اپنے اس قول کے ہے کہ قدوم وفد عبدالقیس ہجرت کے دو تین برس بعد ہے تو یہ نتیجہ صحیح نہین ہے اسواسطے کہ اس مدت کے اندر سیکڑون اہل عوالی و قریٰ کا مسلمان ہونا حسب تحریر حافظ ابن حجر صحیح نہین **اقول** مولف نے یون لکھا ہے کم سے کم ہجرت کو دو تین برس ضرور گزر چکے تھے۔ آپنے کم سے کم کے لفظ کو کیون اوڑا دیا۔ بہرکیف حافظ ابن حجر کا قول جب خود غلط ہے تو مولف کا نتیجہ ہرگز غلط ثابت نہین ہوتا۔ اور ہم اوپر ثابت کر چکے کہ قدوم وفد مذکور سنہ مین ہوا تھا۔ پس اس اثنا مین سیکڑون اہل عوالی و قریٰ کے مسلمان ہونے مین کیا شک ہے **قولہ**[۳۸] اور اگر باعتبار قول قاضی عیاض ہے تو یہ قول قاضی عیاض کا صحیح نہین اسواسطے کہ اگر قدوم وفد عبدالقیس سنہ مین ہوتا تو حج کا بھی ذکر ہوتا کیونکہ حج علی الاصح سنہ مین فرض ہو چکا تھا۔ پس حج کے ذکر نہونے سے یہ نکل آیا کہ قدوم وفد عبدالقیس سنہ کے پیشتر ہوا ہے **اقول** اگر اس روایت مین جو بطریق ابی جمرہ عن ابن عباس مروی ہے ذکر حج نہین ہے تو نہو ہم اوپر لکھ چکے کہ مسند امام احمد مین بطریق سعید بن المسیب و عکرمہ عن ابن عباس ذکر حج موجود ہے اور برتقدیر تسلیم اس امر کے کہ کسی روایت مین ذکر حج نہین ہے تو عدم ذکر حج کا جواب خود ابن حجر نے فتح الباری جلد اول مین[صہ ۱۲۴] یون دیا ہے لکن یمکن ان یقال انہ انما اخبرھم ببعض الاوامر لکونھم سألوہ ان یخبرھم بما یدخلون بفعلہ الجنۃ فاقتصر لھم علی ما یمکنھم فعلہ فی الحال ولم یقصد اعلامھم

لجميع الاحكام التي تجب عليهم فعلا وتركا ويدل على ذلك اقتصاره في المناهي على الانتباذ في الاوعية مع ان في المناهي ما هو اشد في التحريم من الانتباذ لكن اقتصر عليها لكثرة تعاطيهم لها۔ پس باوجودیکہ یہ جواب باصواب فتح الباری مین موجود ہی۔ پھر بھی معترض صاحب نے عدم ذکر حج کو اس امر کی دلیل ٹھہرائی کہ قدوم وفد مذکور ۹ھ کے قبل واقع ہوا تھا۔ اور قاضی عیاض کا قول اگر خلاف اصح ہی تو یہی کہ حج بعد الفتح سنہ ۹ھ مین فرض ہوا تھا۔ رہا قاضی عیاض کا یہ قول کہ قدوم وفد عبد القیس قبل الفتح ۸ھ مین واقع ہوا تھا۔ ہرگز خلاف اصح نہین ہی۔ بلکہ عین صواب ہی کما مر **قولہ** اسکے علاوہ اگر ہم تسلیم بھی کرلین کہ قدوم وفد عبد القیس ۸ھ ہی مین واقع ہوا ہی توبھی مولف کو اس سے کچھ فائدہ نہین پہونچ سکتا ہی اسواسطے کہ ممکن ہے کہ جواثا مین جمعہ قبل القدوم ہی قائم ہوگیا ہو **اقول** جب حافظ ابن حجر نے صاف لکھدیا ہی انما جمعوا بعد رجوع وفدهم اليهم یعنی اہل جواثا نے اُسوقت نماز جمعہ اپنے یہان قائم کی جب اُنکے وفد مدینہ سے واپس گئے۔ اور آجتک کسی نے اسکے خلاف دعوی نہین کیا تو جبتک کوئی دلیل اسکے خلاف مین قائم نہوگی معترض صاحب کے احتمالِ امکان سے حافظ کا قول نظر انداز نہین ہوسکتا **اب ہم** کہتے ہین کہ اگر ہم تسلیم کرلین کہ جواثا مین قبل قدوم وفد جمعہ قائم ہوا پھر بھی معترض صاحب کو انتاض و تسلیم کرنا پڑیگا کہ ۶ھ کے بعد وہان جمعہ قائم ہوا کیونکہ انکے نزدیک سورہ جمعہ کے نزول کے بعد جمعہ فرض ہوا ہی اور وقت نزول سورہ جمعہ ابو ہریرہ رض مشرف باسلام ہوچکے تھے چنانچہ صحیح مسلم جلد ثانی صفحہ ۳۳۲ مین ہے عن ابي هريرة قال كنا جلوسا عند النبي صلى الله عليه وسلم اذ نزلت عليه سورة الجمعة فلما قرأ وآخرين منهم لما يلحقوا بهم قال من هؤلاء يا رسول الله الحديث اس حدیث صحیح سے صاف ثابت ہی کہ پورا سورہ جمعہ ابو ہریرہ کے سامنے نازل ہوا نہ کہ صرف آیہ وآخرين منهم جیساکہ بعض اہل علم نے خیال کیا ہی اور اس امر کی تائید ترمذی کی یہ روایت کرتی ہی عن ابي هريرة قال كنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم حين انزلت سورة الجمعة فتلاها فلما بلغ وآخرين منهم الحديث یہ روایت اگرچہ ضعیف ہی مگر اس سے مسلم کی روایت صحیحہ کو اعتضاد ہوجاتا ہے غرضکہ ان روایات سے ثابت ہے کہ نزول

سورہ جمعہ کے وقت ابوہریرہؓ مشرف باسلام ہو چکے تھے اور ابوہریرہؓ ۷ھ میں اسلام لائے ہیں پس نزول سورہ جمعہ بھی ۷ھ میں یا
اسکے بعد ہوا۔ اور جب معترض کے نزدیک فرضیت جمعہ بعد نزول سورہ جمعہ ہوئی ہے تو اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ جواثا میں بھی جمعہ
۷ھ کے بعد قائم ہوا۔ اور یہی مولف کا نتیجہ کما حقہ ثابت ہے کہ اس اثنا میں سیکڑوں اہل قری مشرف باسلام ہو چکے تھے
قولہ ص۳۷ کیونکہ وفد عبد القیس کا مسلمان ہونا قبل القدوم ثابت ہے صحیح بخاری ج۱ ص۱۳ میں واقعہ عبد القیس میں یہ الفاظ ہیں فقالوا
یا رسول اللہ انا لا نستطیع ان ناتیک الا فی الشہر الحرام وبیننا وبینک ھذا الحی من کفار مضر
اقول ہمیں تو اس سے انکار نہیں کہ قبیلہ عبد القیس کے کچھ لوگ قبل قدوم وفد مسلمان ہو چکے تھے مگر وفد عبد القیس کے یا رسول اللہ
وغیرہ کہنے سے یہ ہرگز نہیں نکلتا کہ وہ لوگ قبل القدوم مسلمان ہو چکے تھے۔ اکثر کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت بابرکت میں آتے تھے اور جمال باکمال کی زیارت ہی کرتے تھے یا کچھ مکالمہ کے بعد انکے دلمیں تصدیق راسخ ہو جاتی تھی
پس ان الفاظ سے صرف اسقدر نکلتا ہے کہ مواجہہ نبوی کے وقت انکے دلمیں ایمان تھا قبل القدوم تھا یا نہ تھا اسکو کچھ تعلق نہیں
قولہ فتح الباری میں ہے وقولہ فقالوا یا رسول اللہ فیہ دلیل علی انہم کانوا حین المقابلة مسلمین
وکذا فی قولہم کفار مضر وفی قولہم اللہ ورسولہ اعلم۔ **اقول** سبحان اللہ دعوی تو یہ ہے کہ قبل القدوم وہ مسلمان
ہو چکے تھے۔ اور تائید میں ایسا قول پیش کیا جس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ جس وقت آنحضرت صلعم کا مواجہہ انکو نصیب تھا وہ مسلمان تھے۔ اب یہاں
سے بھی معترض صاحب کی علم وفہم کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے **قولہ** ص۳۸ ابوداود وغیرہ کی روایت میں اسکی تصریح آچکی ہے کہ جواثا قریہ تھا نہ کہ مصر **اقول**
یہ معترض صاحب کی محض ابلہ فریبی ہے ورنہ کسی روایت میں اسکی تصریح نہیں کہ مصر نہ تھا معترض صاحب کو اس غلط بیانی سے کیا فائدہ۔ ہاں جواثا پر قریہ کا
اطلاق آیا ہے جو بعض رواۃ کا قول ہے جس کی لغوی معنی مراد ہیں جس کا مصر پر بھی اطلاق آتا ہے کما مر **قولہ** بس چلیے قصہ تمام ہو چکا **اقول** بیشک معترض
صاحب کی انانیت پر چہ پر سے معترض صاحب کا قصہ تمام ہو چکا۔ اور علم واستعداد کی پوری قلعی کھلگئی **قولہ** ص۳۸ مجھے مولف کی اس تعلی پر ہنسی آتی ہے
اقول مولف کو معترض صاحب کی ہنسی پر ہنسی آتی ہے جب خود معترض صاحب کو اسکا اقرار ہے کہ عرفات میں نماز جمعہ واجب نہیں ہے تو عموم امکنہ کا دعوی
خود معترض صاحب کی زبان سے باطل ہو گیا **قولہ** اگر مولف اس تحریر کا جواب لکھیں تو میری ایک بات کا جواب دیں **اقول** ہر چند بعض عامیانہ
باتوں کا جواب لکھنے کو جی نہیں چاہتا تھا مگر انکی فرمایش کے موافق تمام باتوں کا جواب باصواب لکھکر احقاق حق وابطال باطل کر دیا
اب ہم بھی اپنے پرانے دوست حضرت معترض دام لطفہ سے عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ اس رسالہ کا جواب لکھیں تو وہ بھی ہماری تمام باتوں کا جواب لکھیں **تمت**

عمدة العناقيد من حدائق بعض الأسانيد

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الواحد الصمد الذي به يستعان وبه يستمد والصلوة والسلام على
نبيه السيد السند وعلى اله واصحابه الذين هم الثبت ومن به يستند
امّا بعد فيقول الراجي رحمة الله القوي الخادم للحديث النبوي
محمد بن علي النيموي المكنى بابي الخير المدعو بظهير احسن
صانه الله تعالى عن الشرور والفتن انّي ارسلت بعض الاجزاء المطبوعة
من آثار السنن الذي هو من احسن تاليفاتي في الحديث وعمدة الكتب
في هذا الفن في شهر شعبان المعظم سنة ١٣١٨ه من هجرة النبي المكرم
صلى الله عليه وسلم الى المحدث العلامة والفقيه الفهامة الشيخ الاجل
والصوفي الاكمل ذي المناقب والمفاخر مولانا الشاه محمد عبد الحق
المكي المهاجر وطلبت منه الاجازة لتكون لي وسيلة المفازة فلما اهل هلال
شهر شوال المكرم تشرفت ذات ليلة في المنام برؤية النبي صلى الله عليه
وعلى اله وصحبه وسلم رأيته جالسا على السرير وبجانبه الآخر امرأة بيضاء
كالبدر المنير فقال لي عليه الصلاة والسلام انكحني هذه المرأة ذات الاكرام
فذهبت اليها وقلت لها قد انكحتك النبي صلى الله عليه وسلم فقالت
قبلت متبسمة بما حصل لها من النعم فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم
وطلبني وذهب الى الحجرة فذهبت على اثره ودخلت الحجرة فاستيقظت وعبّرت الرؤيا

بما عبرت وشكرت الله على ما شكرت ثم وصل الى مكتوب العلامة المذكور
المشعر بالسرور والحبور من مكة المكرمة ذات المشاهد المعظمة
زادها الله شرفا وتعظيما وكرامة وتكريما ما ملخصه ان هديتكم وصلت
الى يوم العيد وازهارها قد زهرت لدى فى الساعة المباركة والحين
السعيد فى جماعة من احبابى وملأ من اصحابى فطالعوها وسرحوا الانظار
فى مبانيها وطرحوا الافكار فى معانيها وفرحوا فرحا لا يسعه البيان ودعوا
لكم دعاء يضيق عنه نطاق البيان ثم وصل الى بعد شهر مكتوب اخر
من لديه مخبرا ان شيخ العلماء قد دعا لكم فى المسجد الحرام رافعا يديه
وفى طى هذا المكتوب والسفر الحسن الاسلوب كانت الاجازة المطلوبة
التى هى الدرة المكنونة المرغوبة وصورتها هذه
بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله الذى انزل السنة الغراء اضوء من الصبح
الابلج - كما انزل احسن الحديث كتابا متشابها غير ذى عوج - والصلاة
والسلام على سيدنا محمد خير مرسل وافضل من الى السماء عرج - واعظم
من اوتى الحكمة وجاء بالمعجزات والحجج - وعلى اله طيبى الارج - وعوالى الرتب
والدرج - واصحابه الذين بذلوا فى احياء سننه المهج - ومن فى نظام سلكهم
اندرج - اما بعد فقد التمس منى الشيخ الفاضل - السابق فى حلبة
الفضائل - الباذل فى تحصيل العلوم الشرعية الجهد - المشمر فى اقتناصها
عن ساعد الجد - مولنا العلامة الفهامة المحقق المدقق المولوى
محمد ظهير احسن ادام الله بقاه - وزاد كل يوم فى مصاعد

الفضل ارتقاءه- الاجازة فيما يجوز لى روايته- وتصح لى درايته- فاجبته
لذلك- واسعفته الى ما هنالك وانى احقر من ان اكون من فرسان
هذا الميدان- واقل من ان اذكر بلسان اويشار الى ببنان ٥ ولكن البلاد
اذا اقشعرت- وصوح نبتها رعى الهشيم. **فاقول** قد اجزت الهمام المذكور
بجميع ما يجوز لى روايته من كتب الحديث كالكتب الستة والجوامع
والسنن والمسانيد والاجزاء والمشيخات والمستخرجات والمستدركات
والمسلسلات وغير ذلك ومن كتب التفسير وعلومه كعلوم الحديث
واصوليهما وسائر المولفات فى المنقول والمعقول وبالطريقة العالية
الصوفية الصافية قدس الله اسرارهم وبجميع الاوراد والاذكار وغيرها
اجازة عامة تامة كما اجازنى شيوخنا الاجلاء الاعلام. النبلاء الكرام
منهم حامل لواء الرواية والاسناد. امين الله على العباد ملحق الاحفاد
بالاجداد. ولى الله الكامل. جامع فنون العلوم وشتات الفضائل
مولنا المفسر المحدث الحاج الشاه الحافظ **عبد الغنى** الدهلوى المدنى
قدس سره ومولنا المفسر المحدث **محمد قطب الدين** الدهلوى المكى
رحمة الله عليه عن مولنا **محمد سحق** الدهلوى المكى وغيره من علماء الحرمين
الشريفين والهند والروم الى اخر السند المشهور المذكور فى حصر الشارد
والانتباه واليانع الجنى والرسالة المسماة بالعجالة النافعة وغيرها واوصى
المجاز المذكور بتقوى الله تعالى ولزوم طاعته وملازمة العلم والذكر
لاسيما بلا اله الا الله واوصيه بالشفقة والرأفة بالمؤمنين خصوصا

المقبلين على العلم والمتوجهين وأسأله ان لا ينساني من صالح دعواته في خلواته
وجلواته ووالدي ومشايخي والمسلمين لا سيما ببلوغ المرام وحسن الختام
والفوز برضاء الملك العلام ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم
وحسبنا الله ونعم الوكيل وصلى الله على سيدنا محمد واله وصحبه وسلم
قاله خجلا الفقير الى الله تعالى محمد عبد الحق غفر الله ذنوبه وستر
عيوبه آمين في الرابع من ذي القعدة سنة الثامن عشر وثلاثمائة
بعد الالف من الهجرة النبوية على صاحبها الف الف صلاة وتحية
قال النيموي ان المحدث المشهور بين الافاق مولانا الشاه محمد اسحق
يروي عن الشيخ الصفي النقي المتقي المسند الشاه عبد العزيز الدهلوي
قدس سرهما وقد اروى جميع الكتب الحديثية عاليا بدرجتين
عن شيخنا المحدث قطب الزمان الجامع بين الشريعة والعرفان مولانا
الشاه فضل رحمن (١٢٠٨) المرادابادي المتوفى سنة ١٣١٣ھ نور الله مرقده
لما حضرت عنده بعد ما فرغت عن تحصيل الكتب الدرسية
من المعقولات والمنقولات حدثني بحديث الرحمة المسلسل بالاولية
وهو اول حديث سمعته منه قال حدثني به الشاه عبد العزيز الدهلوي
وهو اول حديث سمعته منه قال حدثني به ابي الشاه ولي الله الدهلوي
وهو اول حديث سمعته منه قال حدثني به السيد عمر بن احمد بن عقيل
الحسيني المكي من لفظه تجاه قبر النبي صلى الله عليه وسلم وهو اول حديث
سمعته منه قال حدثني جدي (من جهة الام ١٢) الشيخ عبد الله بن سالم البصري المكي

له هذا اسمه الشريف في الاصل بغير الالف واللام ويشتهر بعض العوام وبعض الاوقات الناسخ يخلون على جزء الاخير الالف واللام ويقولون فضل الرحمن عبد السلام العزيز ١٢ منه

وهو اول حديث سمعته منه قال حدثنا الشيخ يحيى بن محمد الشهير
بالشاوى وهو اول حديث سمعناه منه قال اخبرنا به الشيخ سعيد بن
ابراهيم الجزائرى المفتى الشهير بقدوره قال وهو اول حديث سمعته منه
قال اخبرنا به الشيخ المحقق سعيد بن محمد المقرى قال وهو اول حديث
سمعته منه عن الشيخ الولى الكامل احمد حجى الوهرانى قال وهو اول حديث
سمعته منه عن شيخ الاسلام العارف بالله تعالى سيدى ابراهيم التازى
قال وهو اول حديث سمعته منه قال قرأته على المحدث الربانى ابى الفتح
محمد بن ابى بكر بن الحسين المراغى قال وهو اول حديث قرأته عليه
قال سمعت من لفظ شيخنا زين الدين عبد الرحيم بن الحسين العراقى
قال وهو اول حديث سمعته منه قال حدثنا ابو الفتح محمد بن محمد بن
ابراهيم البكرى الميدومى قال وهو اول حديث سمعته منه قال اخبرنا
النجيب ابو الفرج عبد اللطيف بن عبد المنعم الحرانى قال وهو اول حديث
سمعته منه قال اخبرنا الحافظ ابو الفرج عبد الرحمن بن على بن الجوزى قال
وهو اول حديث سمعته منه قال اخبرنا ابو سعيد سمٰعيل بن ابى صالح
النيسابورى قال وهو اول حديث سمعته منه قال اخبرنا والدے
ابو صالح احمد بن عبد الملك المؤذن قال وهو اول حديث سمعته
منه قال اخبرنا ابو طاهر محمد بن محمش الزيادى قال وهو اول حديث
سمعته منه قال اخبرنا ابو حامد احمد بن محمد بن يحيى البزار قال وهو اول
حديث سمعناه منه قال حدثنا عبد الرحمن بن بشر بن الحكم قال وهو

اوّل حديث سمعته منه قال اخبرنا سفيان بن عيينة قال وهو اول حديث سمعته منه عن عمرو بن دينار عن ابی قابوس مولی عبد الله بن عمرو بن العاص عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضی الله تعالی عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الرّاحمون یرحمهم الرّحمن تبارك وتعالی ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السّماء قال الزین العراقی هذا حدیث صحیح اخرجه ابو داؤد والترمذی جمیعاً من طریق ابن عیینة باسناده وقال للجملة الثانیة متابعة عند احمد لفظها ارحموا ترحموا قلت وللجملة الاولی شواهد کثیرة فی الصحیحین وغیرهما انتهی قلت ثم قرأت علیه عدة احادیث من الجامع الصحیح للامام البخاری رحمه الله العلیم الباری ثم اجازنی بجمیع مرویاته من الاحادیث وببعض من الاوراد التی هی لخیر الدارین مرجع ومعاد ثم حدثنی فی بعض حلاقی الیه بالحدیث المسلسل بالمحبة قال حدثنی به الشاه عبد العزیز الدهلوی عن ابیه الشیخ ولی الله الدهلوی قال حدثنی الشیخ ابو طاهر المدنی سماعا من لفظه قال اخبرنا الشیخ احمد النخلی بسماعه علی الشیخ محمد البابلی عن علی بن محمد عن ابراهیم بن عبد الرحمن العلقمی عن ابی الفضل الجلال السیوطی قال اخبرنی ابو الطیب احمد بن محمد الحجازی الادیب سماعا قال اخبرنا قاضی القضاة مجد الدین اسمعیل بن ابراهیم الحنفی قال اخبرنا الحافظ ابو سعید العلائی قال اخبرنا احمد بن محمد الاره‍وی قال اخبرنا عبد الرحمن بن مکی قال اخبرنا ابو طاهر السلفی قال اخبرنا محمد

قال شیخ الاسلام زکریا الانصاری ذکر بالرفع جملة دعائیة ویجوز بالجزم جواب الامر انتهی وقال الشیخ عبد الغنی بن محمد بن عبد الرحمن الدهلوی ... [illegible] ... عن الشیخ عبد الله ... البغدادی ... حدیث الرحمة ... [illegible] ... قال شیخنا ... [illegible] ... والله اعلم

ابن عبد الکریم قال اخبرنا ابو علی بن شاذان قال اخبرنا احمد بن سلیمان
النجاد قال حدثنا ابو بکر بن ابی الدنیا قال حدثنا الحسن بن عبد العزیز
الجروی قال حدثنا عمرو بن مسلم التنیسی قال حدثنا الحکم بن عبدة
قال اخبرنی حیوة بن شریح قال اخبرنی عقبة بن مسلم عن ابی عبد الرحمن
الحبلی عن الصنابحی عن معاذ بن جبل رضی الله عنهم قال قال رسول الله
صلی الله علیه وسلم یا معاذ انی احبك فقل اللهم اعنی علی ذکرك وشکرك
وحسن عبادتك **قلت** کلهم قالوا انا احبك فقل او نحوه **وقال**
لی سیدی انی احبك فقل اللهم الخ **ثم** اجازنی بجمیع مرویاته وباخذ العهد
علی طریق شیخه فی الطریقة الشاه **محمد افاق** المجددی رحمه الله تعالی
قلت ان شیخنا المرادابادی قرأ الحدیث علی الشاه محمد اسحق الدهلوی
وله اجازة عامة عنه وقد اجاز له الشاه عبد العزیز الدهلوی ایضا بجمیع
مرویاته علی ما نص علیه غیر واحد من اهل العلم **منهم** الشیخ
المحدث احمد بن عثمان المکی فی اتحاف الاخوان **وقد قالوا**
انه قرأ الجامع الصحیح علی الشاه عبد العزیز الدهلوی ایضا خلافا لما
ذهب الیه صاحب الاتحاف والله اعلم بالصواب **قلت** فحصل لی
ثلث طرق الی الشاه عبد العزیز الدهلوی **احدها** طریق العلامة
المهاجر المکی ادام الله برکاته **وفیها** بینی وبین الشاه عبد العزیز الدهلوی
ثلث وسائط **وثانیتها** طریق شیخنا المرادابادی **عن** الشاه محمد اسحق
الدهلوی **وفیها** واسطتان **وثالثتها** طریق شیخنا المرادابادی

عن الشاه عبد العزيز الدهلوی **وفيها** واسطة واحدة والحمد لله على ذلك

قلت والشيخ العلامة الشاه عبد الغنی شيخ شيخنا المكی اخذ عن غير واحد من اهل العلم **منهم** الشيخ العلامة **محمد عابد** السندی المدنی المتوفی سنة ١٢٥٧ھ وهو من كبار المحدثين فی عصره فمن هذه الطريق بينی وبين الشيخ السندی المدنی واسطتان **وقد اجاز** العلامة السندی باجازته العامة لكل من اهل عصره **قال** فی حصر الشارد فی اسانيد محمد عابد **فقد** اجزت كافة من ادرك حياتی من المسلمين ان يروی عنی جميع ما اشتمل عليه هذا السفر بالاسانيد التی ذكرتها وكان تمامه فی بندر المخا فی شهر رجب سنة ١٢٤٠ھ انتهى

قلت قد دخل شيخنا المرادابادی فی اجازته العامة فمن هذه الطريق بينی وبين العلامة السندی المدنی واسطة واحدة

اقول بتوفيق الله العزيز العلام قد اجزت بكتابی **آثار السنن** وما يتعلق به من التعليقات وسائر تاليفاتی وبكل ما يجوز لی روايته ويصح لی درايته وما اخذته من العلوم العقلية والنقلية عن مشائخی الكرام لكل من ادرك حياتی من اهل الاسلام سيما الولد **محمد عبد الرشيد** و**محمد عبد السلام** حفظهما الله تعالى عن شرور الليالی والايام كتبته يوم الجمعة السابع والعشرين من شهر جمادی الآخرة سنة ١٣١٩ من هجرة سيد الانام على صاحبها الف الف تحية وسلام ما اشرقت الشمس الشارقة وطلع البدر التمام

هذه قصيدة للعلامة الاديب الفاضل اللبيب العارف بالله مولانا محمد انور شاه الكشميري المدرس الاعلى للمدرسة الامينية الواقعة في الدهلي انشدها في مدح المؤلف ادام الله فيضه

سرويت وطبت نفسًا في ارتواء
سیراب شدم و پاکیزه شد روان من از سیرابی
لحبي ذا المناقب والمعالي
بسبب دوستی کردن من با صاحب ستایشها و بزرگیها
كريم الخلق محمود السجايا
بزرگ خلائق ستوده صفات
اثيل المجد مفقود المثيل
استوار در بزرگی و بے همتا
كثير العلم في فهم غزير
بیش دانش بافهم بسیار
رحيب الباع في راي مصيب
بالادست با رای صواب
سنا علم الحديث كثير حفظ
روشنی علم حدیث بیش حفظ
فذا هو مرحلة الآفاق طرًّا
پس این ست مرجع همه اطراف
وعمدة قاري ارشاد سار
ومعتمد علیه خواننده راهبر راه رونده
وخير جار استوفى البرايا
وخیر جاری که فراگرفت خلائق را
وحيد العصر محسود النديد
یکتای زمانه رشک همسران
رفيع القدر ذو القدر الرفيع
بلند قدر صاحب قدر بلند

وعدت فازدري ماء السماء
وچنان شدم که تحقیر کردم آبروی آسمان را
شريف المجد غطريف العلاء
بزرگ در بزرگی سرور در بلندی مراتب
خليقًا للمحامد والثناء
سزاوار ستایشها و ثنا خوانی
سنيًّا في الفضائل والبهاء
برتر در فضائل و سرآمدگی
وسيع الحفظ في فضل ارتقاء
فراخ حفظ بازیادت بلندی
طويل الطول في وسع الذكاء
بلند فضل بافراخی زیرکی
وراوية الزمان بلا امتراء
وبیش روایت زمان بیشک و گمان
وحافظ عصره اهل اقتداء
و حافظ حدیث بزمان خویش سزاوار پیشوائی
وفتح المغلقات على وفاء
وکشاینده بستگیها با برابری
افاضته على طول البقاء
فیض رسانی او همواره و همیشه
سديد القول في حسن الصفاء
صواب گو با حسن صفا
باعلال الرواية وانتقاء
در اظهار علت روایت و برگزیدن ازان

لا يخفى ان في هذه القصيدة من البدائع والصنائع كالتناسب والعكس والتجنيس والقلب وغير ذلك ١٢

ظهير الحق مولانا الظهير
مددگار حق مولانا ظهیر احسن

مصابيح الهدى مشكوة هدي
چراغ ہدایت ست و قندیل روشن نیکو

فشمس ذاك او بصر العيون
پس خورشید ست این یا بینائی دیدها

فبحار و مدرار مطير
پس این دریاست و ابر بارنده۔

وشرعك في الشرائع والمسائل
وکافی ست ترا در شریعت و مسئلها

سحاب الفيض او فيض السحاب
ابر فیض است یا فیض ابر

وجود الجود ذا او جود جود
و باران جود ست این یا جود باران

وحبر ذاك او بحر عميق
و عالم تبحر ست این یا دریای عمیق

مزيح الغوث او غيث مغيث
دور کنندهٔ فریاد یا باران فریادرس

فصيح ذاك او سيح فسيح
گویاست این یا دریائے پهنا

فلا عين ولا غير وهذا
پس همین است که نه همین است۔ و این سخن

ولا تستطيع انور مدح فضله
و نتواند انور ستودن فضل او

فمد له الاله ظليل ظل
پس همواره دارد خدا سایه دراز او

اضاء الارض في نور اهتداء
که روشن کرد گیتی را در نور راه روی

ومرقاة المعالي والسناء
و نردبان بزرگیها و بلندی

ونور ذاك او كحل الجلاء
و نور ست این یا سرمهٔ جلا دادن

وعين لا تكدره بالدلاء
و چشمهٔ که کدورت نگیرد به دلوها

وحسبك في اقتداء واقتفاء
و کافی ست ترا در پیشوائی و پیروی

ضياء النور او نور الضياء
روشنی نور ست یا نور روشنی

صدور الصادرين مجيء جاء
بوقت باز آمدن باز آیندگان و آمدن آینده

وعلم ذاك او فيضان ماء
و علم گویند این را یا روانگی آب

رباب ربابا ربيع الاكرم بعاء
ابر کرمها یا باران بهاری جویها

بيان ذاك او ماء الرواء
بیان ست این یا آب سیرابی

تفضل صاح عن هذا العناء
رہائی ست ای دوست من ازین دشواری

مرام ذاك في غير الرجاء
که این مطلبی ست که مطلبش باید گفت

وجازاه بخير من جزاء
و جزاء خیر دهد او را بهترین جزاها

غلط نامه لامع الانوار

صحیح	[illegible]	[illegible]	ثواب	زینت	[illegible]	[illegible]	الفطن	x
غلط	[illegible]	[illegible]	ثوب	[illegible]	[illegible]	[illegible]	الفطن	دو
سطر	٣	١١	٣	٣	٦	١	٨	٩
صفحه	٦	٥	٩	٢٠	١١	٤٨	٥٢	٥٥

کے غلط ہونے کا اعتراف کرکے اوس اعتراض کو واپس لیتے ہین وفوق کل ذی علم علیم۔ بلکہ یہان پر دوسرے
الزامات سے مولف نور الابصار کی برات نہین ہو سکتی۔ اوّلاً جب اُن بعض نسخ کی عبارت یون واقع ہوئی ہے اربعاً وعشرین لیلة
تو اسکو اربع وعشرین لیلة نقل کرنا تحریف عبارت ہے ثانیاً اونھون نے جو یون لکھا ہے کہ بخاری کی ایک اور روایت مین ہے۔
اسکو یون لکھنا چاہیے تھا کہ بخاری کی ایک اور روایت کی بعض نسخ مین ہے ثالثاً اربعاً وعشرین والی روایت کو معرض استدلال مین
پیش کرنا ہرگز صحیح نہین کیونکہ ظاہر ہے کہ ۱۴- اور ۲۴- دونون مین تباین ہے۔ دونون صحیح نہین ہو سکتے۔ لامحالہ حقیقت الامر مین یہان
یا تو اربع عشرة صحیح ہے یا اربعاً وعشرین۔ ان مین اگر ایک صحیح ہے تو دوسرا غلط۔ جب اکثر رواة صحیح بخاری نے اس روایت مین اربع
عشرة لیلة۔ روایت کیا ہے اور ابوداؤد نے بھی امام بخاری کے شیخ یعنی مسدد سے اسی طرح روایت کیا ہو اور صحیح بخاری کے باب الہجرة مین بھی
اسی طرح مروی ہے تو بعض نسخ مین جو اسکے عوض اربعاً وعشرین آیا ہو وہ یقیناً غلط ہو۔ صحیح عبارت وہی ہے جو اکثر نسخ مین منقول ہو چنانچہ حافظ ابن
حجر نے فتح الباری مین لکھا ہو وقوله فیه فاقام فیهم اربعاً وعشرین کذا للمستملی والحموی وللباقین اربع عشرة وهو الصواب من هذا
الوجه وکذا رواه ابوداؤد عن مسدد شیخ البخاری فیه پس مولف نور الابصار کا اکثر نسخ بخاری سے اغماض کرکے اربعاً وعشرین والے
نسخے سے جسکو بعض شراح نے صراحةً غیر صواب لکھدیا ہو استدلال کرنا ہرگز صحیح نہین اور یقیناً دیانت کے خلاف ہو۔ واللہ سبحانه اعلم بالصواب
جن حضرات کے پاس لامع الانوار سابق مین پہونچی ہے وہ اس پرچے کو اپنے نسخے کے ساتھ ملحق کرلین۔ (کتبه النیموی کان الله له)

احسن المطابع مین چھپا

اعلان

واضح ہو کہ لامع الانوار کے ٹائیٹل پر ۲۴ والی روایت کی نسبت جو وضع کا الزام لگایا گیا ہے۔ اسکے کچھ نسخے شائع ہو چکے تھے کہ ہمین اطلاع
ہوئی کہ صحیح بخاری کی کتاب الصلوة ص۶۱ باب ھل ینبش قبور مشرکی الجاھلیة ویتخذ مکانھا مساجد مین جو یہ روایت ہے فاقام النبی
صلے اللہ علیہ وسلم فیھم اربع عشرة لیلة۔ اس مین اختلاف نُسخ واقع ہوا ہے۔ صحیح بخاری مطبوعہ مصر مین اور متن عینی وقسطلانی
مین بھی اسی طرح لکھا ہے یعنی اربع عشرة لیلة۔ اور بعض نسخ بخاری مطبوعہ ہند کے متن مین اربعا وعشرین ہے اور حاشیہ پر بطور نسخہ
اسکے عوض اربع عشرة لکھا ہے۔ اور شروح بخاری سے ثابت ہوتا ہے کہ اس روایت مین اکثر رواة صحیح بخاری نے اربع عشرة لیلة روایت
کیا ہے چنانچہ عینی مین ہے وھذہ روایة الاکثرین۔ اور بعضون نے اسکے عوض اربعا وعشرین لیلة نقل کیا ہے جس سے یہ ثابت
ہوتا ہے کہ جس عنوان سے صاحبِ نور الابصار پر الزام قائم کیا گیا ہے وہ صحیح نہین۔ جب بعض نسخ مین اس طرح منقول ہے تو
ہماری دیانت اسکو مقتضی نہین کہ ہماری جانب سے کسی پر وضع روایت کا غلط اتہام قائم رہے لہذا ہم صاف طور پر اس الزام

اطلاع

واضح ہو کہ جناب مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی نے بھی درباب عدم جواز صلوٰۃ الجمعہ فی القریٰ ایک
عمدہ رسالہ تالیف فرمایا ہے جسکا نام اوثق العریٰ ہے۔ اوسکا جواب بھی صاحب مذہب المختار نے لکھا ہے جسکا نام
ہدایۃ الوریٰ رکھا ہے۔ اور مذہب المختار کے ساتھ چھپوایا ہے۔ اسکا جواب معترض صاحب کے ہموطن جناب
مولوی محمد عبد الغفار صاحب مدرس نوانگر ضلع بلیا شاگرد محدث گنگوہی نے تحریر کیا ہے جو زیر طبع ہے۔ مولوی صاحب
موصوف کی تحریر سے معلوم ہوا کہ اونکے رسالے سے مذہب المختار کے تمام ضروری باتون کا جواب
ہو جاتا ہے ایسی حالت مین راقم کو جواب لکھنے کی بظاہر ضرورت نہ تھی مگر چونکہ معترض صاحب نے اپنی تمام
باتون کا جواب طلب کیا ہے اور راقم کو اس اثنا مین تحقیقات سے بہت سی جدید و مفید باتین معلوم ہوئین
لہذا فقیر نے بھی مذہب المختار کا تفصیلی جواب لکھا۔ اس رسالے کے شروع مین جو نہایت پُر زور
مقدمہ لکھا گیا ہے وہ اور بحث حیثما کنتم اور مباحث متعلقہ جواثا اور مصر و مصر جامع مین فرق او
اونکی تعریفین ناظرین کے ملاحظہ کے قابل ہین۔

مذہب المختار کے بعد ہمارے جامع الآثار کا ایک دوسرا جواب بھی مولوی عبد الرحمن صاحب ساکن مبارکپور ضلع اعظم گڈھ
کے نام سے چھپکر شائع ہوا ہے۔ جسکا نام نور الابصار رکھا گیا ہے۔ ہندوستان مین چونکہ برخوردار
کے ساتھ نور الابصار کثیر الاستعمال ہے۔ اس نام سے اہل مذاق کو عجب شگوفہ ہاتھ آیا ہے۔ بہر کیف ہم نے
اس رسالہ کا مستقل جواب لکھنا بوجوہ ذیل نظر انداز کیا **اولاً** ہر رسالہ قابل جواب اور ہر شخص لائق خطاب نہین ہوتا
اس رسالے کے موافق کوئی معروف شخص نہین اتنا سنا گیا ہے کہ ڈیانوان مین جناب مولوی شمس الحق صاحب کے
یہان اکثر آتے ہین۔ انکی استعداد علمی اسی سے ثابت ہے کہ مین نے جو قبا کی نسبت یہ لکھا ہے کہ مدینہ طیبہ سے تین کوس کے فاصلے
پر ہے اسپر یہ بزرگ لکھتے ہین کہ یہ محض غلط ہے موضع قبا مدینہ سے صرف دو یا تین میل کے فاصلے پر ہے اور دلیل
مین مجمع البحار کی یہ عبارت پیش کی ہے موضع بمیلین او ثلثۃ من المدینۃ تعجب ہے کہ اس عبارت
مین تین میل بھی موجود اور پھر بھی اعتراض۔ شاید انگریزی میل سمجھ لیا ہے۔ میل جو عربی لفظ ہے اوسکی فارسی
کروہ اور ہندی کوس ہے۔ لغت بہار عجم مین لکھا ہے۔ میل ثلث فرسنگ کہ آنرا کروہ گویند غیاث
مین ہے میل بمعنی کروہ اور تنقیح اللغات مین ہے کوس۔ فارسی کروہ۔ عربی میل۔ جب میل کی ہندی
کوس ہے تو تین کوس لکھنا غلط کیونکر ہو گیا اور یہ امر آخر ہے کہ عرب کا کوس یہان کے کوس سے بہت چھوٹا ہوتا ہے

جسکو اتنا بھی نہیں معلوم کہ کوس میل عربی کی ہندی ہے وہ کیا اور اوسکے اعتراضات کیا۔ ثانیاً
حضرت کی دیانت کا یہ حال ہے کہ ہر چند چوبیس روز قیام قبا کی نسبت کسی کتاب حدیث مین کوئی روایت ہرگز
نہین ہے اور یہی وجہ ہے کہ صاحب مذہب المختار نے بنی سالم کی مسجد عاتکہ والی نماز جمعہ کو غیر ثابت تسلیم کر لیا ہے
اوسپر انکی یہ عبارت کہ صفحہ ۴۶ مین لکھتے ہین کہ بخاری کی ایک اور روایت مین ہے۔ اربع وعشرین لیلۃ
یعنی قبا مین آپنے چوبیس رات قیام کیا انتہی کلامہ بلفظہ اس مقام مین چند جگہ اس روایت کو بخاری کیطرف
منسوب کر کے مسجد عاتکہ والی نماز کو صحیح ہونا ثابت کیا ہے ذرا ملاحظہ ہو کہ ایک تو ۲۴ روز کی روایت گڑھی
گئی اور اوسپر حوالہ بھی کسکا دیا کہ بخاری کا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اوسپر فخر سے سرلوح یہ لکھا گیا کہ یہ رسالہ
حسب ارشاد جناب مولانا ابو الطیب محمد شمس الحق صاحب محدث عظیم آبادی تصنیف کیا گیا ہے۔ ہم نہین سمجھتے
کہ رسالہ تو انکے ارشاد سے لکھا گیا مگر یہ روایت کسکے ارشاد سے بنائی گئی۔ اور لطف یہ ہے کہ حضرت کو یہ
بھی تسلیم ہے کہ ۱۴ روز والی روایت بھی صحیح بخاری مین ہے پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۲۴ روز والی روایت بھی بخاری
کی ہے اگر دونون روایتین بخاری مین ہون تو لازم آتا ہے کہ ان مین ایک روایت یقیناً غلط ہے اور طرہ بر
طرہ یہ ہے کہ بخاری کی ایک روایت مین جو بضع عشرۃ لیلۃ ہے اس سے مراد گیارہ روز لئے۔ جسکا نتیجہ یہ نکلا
کہ بخاری مین قیام قبا کے بارے مین ۱۱-۱۴-۲۴ تین روایتین ہین۔ اس صورت مین بخاری کی دو روایتین
غلط ٹھہرتی ہین۔ اب یہ دعویٰ کہ صحیح بخاری کی کل حدیثین صحیح ہین کہان گیا۔ بہر کیف جس شخص کی یہ
حالت ہو وہ کیا اور اوسکا رسالہ کیا۔ ثالثاً اس رسالہ کا ماخذ وہی مذہب المختار ہے اوسی کے مضامین
کو الٹ پھیر کر کے لکھا ہے۔ چونکہ ہم نے مذہب المختار کا تفصیلی جواب لکھا ہے اوس سے اس نور الابصار کا جواب
بھی ہو جاتا ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے کرمفرما جناب مولوی شمس الحق صاحب کے صاحبزادے کی طرف سے بھی ایک رسالہ
اسی بحث مین چھپ رہا ہے۔ اگر وہ بھی ہمارے رسالہ کا جواب ہے تو چونکہ صاحبزادے کی طرف سے وہ تالیف
ہوا ہے ہم اوسکے جواب کی طرف بھی متوجہ نہین ہو سکتے۔ مگر ہم امید کرتے ہین کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہمارا
یہی رسالہ لامع الانوار حضرات انصاف پسند اور طالبین حق کے لئے اون تمام رسائل کے جواب
کے لئے کافی ہوگا۔ وَهُوَ حَسْبُنَا وَنِعْمَ الْوَكِيْل ٥

الراقم خادم العلما محمد ظہیر احسن شوق نیموی کان اللہ لہ۔ شہر پٹنہ۔ محلہ شاہ کی املی۔